مثنوی تحفۃ العشاق

حمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بیحد ہے سزاوار احد
ہیں احد میں محو سب محدود حد

حمد اسکو ہے کہ بے شان ونشاں
وحدت اپنی کی ہے کثرت سے عیاں

حمد ہے اسکو کہ در باغ وجود
ہر روش ہر رنگ کی اپنی نمود

حمد ہے اسکو جو ہے موجود یار
اوّل وآخر نہاں و آشکار

٢ حمد عالم میں کرے ہے جس کی تو
سب اسی کو پہنچتی ہے مو بمو

دو جہاں ہے آئینہ رخسار جاں
ذرہ ذرہ سے ہے حسن اسکا عیاں

گر کرے اوصاف وتعریف صفات
ہیں حقیقت میں وہ سب اوصاف ذات

موج وکف کو بحر سے دوری ہے کب
اصل کو سایہ سے مہجوری ہے کب

حمد خلقت کی ہے خالق کی ثنا
کیونکہ ہے مخلوق کی اس سے نبار

حمد اس کی کیا کسی کی تاب ہے
مادح ممدوح وہ خود آپ ہے

ہے یہی توحید وتحمید وثنا
اپنی ہستی کو کرے اس میں فنا

ہے یہی تنزیہ توصیف غفور
وصف اوصاف خودی کر اپنی دور

ہے یہی تسبیح وتحلیل تمام
محو کر تو دوسرے کا دل سے نام

جتنی موجودات ومخلوقات ہے
سب اسی کی حمد میں ذرات ہے

آسماں شمس وقمر انجم تمام
عشق میں اس کے ہیں سرگرداں مدام

بیخود وبیہوش ویے آہ وفغاں
کرتی ہے رو رو کے بس دریا رواں

فرش سے تا عرش موجودات سب
مست ولایعقل ہیں اندر عشق رب

حمد ہے اسکو جو خود موجود ہے
اور سوا اس کے جو ہے نابود ہے

حمد ہے اسکو کہ باچندیں وچوں
سب میں ہے اور سب سے بیچون وچگوں

حمد ہے اسکو کہ با صد زیب وفر
ہر زماں ہر شان میں ہے جلوہ گر

ہے وہ بے علت سزاوار ثنا
علت ومعلول ہیں اسمیں فنا

کیونکہ عالم میں نہیں ہے غیر یار
حامد ومحمود ہے آپ آشکار

نقش کی گر حمد تونے فاش کی
در حقیقت حمد ہے نقاش کی

ہے صفات ذات اک کب فرق ہے
نور خود خورشید میں بس غرق ہے

یعنی موج اور بحر سایا در اصل
ایک ہمیں رکھتے نہیں آپس میں فصل

حمد کیا اسکی کرے کوئی بشر
عقل اور ادراک کے جلتے ہیں پر

ہے حقیقت میں یہی بس حمد یار
یاد تو اسکی کرے لیل ونہار

ہے یہی تعظیم وحمد کردگار
رو بروا سکے ہو تو بس خوار وزار

ہے یہی تشریف وتکریم خدا
حکم پر اسکے کرے جان کو فدا

قول پیغمبر ہے لا احصے ثنا
کر سکے پھر اور کون اس کی ثنا

دیکھتا ہے جسکو تو بے گوش ولب
ظاہر وباطن کریں ہیں حمد رب

عشق کی اسکے زمین پیکر شراب
ہے بڑی بدمست ومدہوش وخراب

ہے زمین وآسماں میں جو کہ شے
عشق میں اسکے ہر اک مدہوش ہے

دیکھ لے ذرات عالم کو تمام
ہیں شراب عشق سے بیخود مدام

اصل ہے سودائے عشق ہے اسکی تمام | سب درختان جہاں رقصاں مدام
کیا ملک کیا انس و جن کیا وحش و طیر | عشق نیکی ہے ہراک کی جبیں سیر
مست انسان ہے شراب خاص سے | عشق میں دیتا ہے جاں اخلاص سے
مست جام عشق سے ہیں عاشقاں | فانی و باقی ہیں اس سے عارفاں
مومناں مخمور از جام طہور | کافراں ہیں مست پیکر آب شور
صومع و مسجد کنشت و دیر میں | شہر جنگل جار شرو خیر میں
گر بظاہر ہے ہراک کا یار اور | پر ہے باطن میں وہی کیجے جو غور
ہے جمال حق سے ہر دل آشنا | ہر لقب میں کرتا ہے اسکی ثنا
سارے عالم کا وہی معبود ہے | سب کو ہر شے سے وہی مقصود ہے
رابطہ اسکو ہے سب کی جان سے | بانوا ہراک ہے اس کے خوان سے
ایک جرعہ سے ہوا بیہوش ایک | کر گیا دریائے کو نوش ایک
غرق ہیں دریا میں سب جو یائے آب | مست ہیں مستی میں اور مانگیں شراب
ہیں عجب بیخود تماشا ہے عجیب | در بدر پھرتے ہیں او گھر میں حبیب ۳
مظہر ہادی شہ آگاہ ہے | مظہر اسم مضل گمراہ ہے
ہیں اسی خورشید کے سائے تمام | بر حجر بر شجر بر د بر در دیوار و بام
چھوڑ سایہ خور کی ہو جانب رواں | تاکہ ہو سر یقیں تجھ پر عیاں
جب تلک رکھے نہ دریا میں قدم | مار اس مسئلہ میں تو ہرگز نہ دم
دیکھیو تو فرق مراتب پر نظر | تا نہ ہو ایمان میں تیرے ضرر
ہوش کر تک ہوش سے بیہوش ہو | اپنی ہستی سے ذرا خاموش ہو

کوہ دشت و بحر و بالا و پست | سب شراب شوق سے اسکے ہیں مست
جملہ عالم کیا عقیل و کیا وحوش | ہیں شراب عشق سے سب دردنوش
انبیا مسرور جام وصل سے | اولیا مخمور بادہ اصل سے
اہل باطن جام وحدت سے ہیں مست | اہل ظاہر درد کثرت سے ہیں مست
زاہد اسکے جام سے گم کردہ ہوش | رند اور اوباش اسکے درد نوش
مومن و ترسا و رند خرد خوار | عاشق اسکے ہیں نہان و آشکار
اس کا جو یا ہے ہر اپنے طور پر | ایک سے ہے دوسرا بس بیخبر
ہے ہراک کا ذکر او تسبیحات اور | ڈھونڈتا ہے اسکو ہراک اپنے طور
ہے ہراک کو مستی دل شوق اور | رکھتی ہے ہوں جان اسکا ذوق اور
ایک ہے اک گھونٹ سے گم کردہ ہوش | کر گیا ہے دوسرا دریا کو نوش
الغرض ہر اک باندازِ خمار | بیخود و سرمست ہے جو یائے یار
غرق ہیں پانی میں اور پیاسے ہیں آہ | بیخود و سرمست ہیں اور بادہ خواہ
ہر کوئی ہر اسم سے ہے فیضیاب | کوئی آسودہ ہے اور کوئی خراب
کرچاک دریا کی ہیں گو موجیں ضرور | ایک زنگار نگ ہے ان کا ظہور
عارضی ہیں چند مدت کو میاں | ہونگے آخر اصل میں اپنے نہاں
کر نظر دریا میں موجوں کو گذار | تاکہ ہو معلوم تجھ کو سر یار
یعنی مت بیجا اس میں قال کر | حال ہو گر تو کشادہ بال کر
بس نہ کر امداد تو زیادہ کلام | تا خرابی میں نہ پڑجا فہم عام
ہٹ ادھر سے اور اٹھا کر ہاتھ تو | کر طلب اس سے اب اسکی ذات تو

غرض کر اس سے کہ اے جان جہان | بے ترے ہرگز نہیں ہے جانمیں جاں

مناجات بجناب الٰہی تعالیٰ شانہ

اے مرے معبود اے میرے الہ | ہے توہی مقصود دل بے اشتباہ

اے مرے مطلوب دل مطلوب جاں | اپنے ملنے کا بتا کوئی نشاں
ہجر سے زیادہ مصیبت کچھ نہیں | اس سے بہتر ہے کہ مر جاؤں کہیں
کیونکہ جو جان واصل جاناں نہیں | جان ہے جاں ایک جانمیں جاں نہیں
یا الٰہی مجھ کو مجھ سے دور کر | تاکہ دیکھوں تجھ سے تجھ کو اک نظر

اے مرے محبوب اے میرے حبیب | ہوں غم دوری سے مرنیکے قریب
جو نہ دے تو جان کو راہ وصال | جان لے تجھ بن ہے جان مجھپر وبال
کب تلک یارب رہوں تجھ سے جدا | جلوہ گر ہو مجھ کو کر مجھ سے جدا
دو جہاں سے کچھ نہیں مجھ کو طلب | تجھ سے کرتا ہوں ولے تجھ کو طلب

دونوں عالم سے نہ مجھ کو کار ہے
پر توہی تجھسے مجھے درکار ہے

یاالٰہی تو ہے رحمان و رحیم
صاحب جود و کرم فضل عمیم

مناجات دیگر

یاالٰہی تو ہے خلاق جہاں
مالک دارین شاہ انس و جاں

تو ہے سلطان دو عالم سب فقیر
تو ہے زور آور قوی اور سب حقیر

گرچہ دو عالم سے ہے تو بے نیاز
لیک بیچاروں کا تو ہے چارہ ساز

دستگیر بیکساں ہے تیری ذات
مستغیث عاجزاں ہے تیری ذات

مونس غمخوارگاں ہے تیری ذات
چارۂ بیچارگاں ہے تیری ذات

بے پناہ بے پناہاں تیری ذات
ہے غفور پُرگناہاں تیری ذات

ہے مریض لا دوا کی تو دوا
ہے ہر اک حاجت کا تو حاجت روا

آسرا بے آسروں کا ہے توہی
بے سہاروں کا سہارا ہے توہی

ہے مرے ہر درد کی توہی دوا
ہے توہی مرہم مرے ہر زخم کا

ہے انیس وحشت فرقت توہی
ہے رفیق شدت غربت توہی

مرا مونس بیکسی میں ہے توہی
میرا حامی بےبسی میں ہے توہی

رنج و غم میں ہے مرا غمخوار تو
تنگی و سختی میں حامی کار تو

توہی خالق توہی رازق توہی رب
دوسرا تجھ بن ہے میرا کوئی کب

الغرض ہر کام کا میرے کفیل
ظاہر و باطن توہی ہے دلیل

لیک صد حسرت بایں لطف و عطا
میں کروں ہر دم تری جرم و خطا

پر کروں کیا آہ تیرے حلم و خیر
کرتے ہیں مجھ کو گناہوں پر دلیر

ہے یقیں گر عمر بھر عصیاں ہو اب
پیش خورشید کرم ہوں محو سب

گر تری بخشش کا نکلے آفتاب
ہو شب جرم و خطا روز ثواب

ہو طلوع تیرا اگر ماہ نجات
ظلمت عصیاں ہو نور صالحات

گر ترا دریائے رحمت جوش کھا
مثل خس دے سب گناہوں کو بہا

لطف و احساں کیا کروں تیرا رقم
کرتا ہے جو جو کہ تو مجھ پر کرم

قطرۂ ناپاک سے مجھ کو بفضل
کر دیا پاک و لطیف و خوب شکل

گھر میں مومن کے مجھے پیدا کیا
عقل و علم و نور دیں مجھ کو دیا

پھر کرم پر یہ کرم مجھ پر کیا
اپنے گھر سے بھی مشرف کر دیا

یعنی دار الکفر سے مجھ کو نکال
لایا بیت اللہ میں بے قیل و قال

گرچہ میں لائق نہ تھا دربار کی
پر تری رحمت نے کی غمخوارگی

تھا گناہوں کی نجاست میں بھرا
ظاہر و باطن میں سر سے تا بپا

کی نہ میرے جرم و عصیاں پر نظر
کر کے اپنے لطف احساں پر نظر

اپنی رحمت کے پیادے بھیج کر
کھینچ بلوایا مجھے یاں سربسر

کر دیا اپنے مشرف دار سے
رکھیو مت محروم اب دیدار سے

لایا گر گلشن میں خارستان سے
دور مت کیجو اب اس بستان سے

گرچہ میں نالایق دربار ہوں
پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں

ہوں پڑا گرچہ برا ہوں یا بھلا
چھوڑ اس در کو کہاں جاؤں بھلا

منہ مرا اس در کے گر قابل نہیں
پر کروں کیا دوسرا بھی در نہیں

گر نکالا تو نے اے شاہ جہاں
پھر بنا میرا ٹھکانا ہے کہاں

اس سے زیادہ اب تمنا کچھ نہیں
آستاں تیرا ہو اور میری جبیں

یوں ہوس ہے اب تو اے پروردگار
یہ ترا کوچہ ہو اور میرا غبار

کچھ نہ دو عالم سے خواہش ہے مجھے
جو تری خواہش ہے خواہش ہے مجھے

ہے مجھے شاہی گدائی میں تری
ہے نوا سب بےنوائی میں تری

خواری و رسوائی و ذلت مری
تیرے کوچہ کی ہے بس عزت مری

عزت و ذلت تمامی شکر و محو
ہے رضا و نارضا میں تیری جو

تو ہے گر راضی تو ہے عزت مری
تیری ناراضی ہے بس ذلت مری

الغرض پھر پھر کے آخر دربدر
اب تو آ رکھا ہے تیرے در پہ سر

مو بمو سر کو مرے اے سرفراز
گر کیا سجدے سے اپنے سرفراز

یوہی آنکھوں کو بھی میری سربسر
جلوۂ دیدار سے روشن تو کر

کر مرے کانوں کو اسرار و نکا گھر
سربسر سر میں ہوائے شوق بھر

چشم کو کر چشمۂ آب زلال / سبز تا ہو گلشن ذوق وصال

پاک ہرشے سے مرا کر دے دماغ / بوئے دلبر سے معطر کر دماغ

محو کر بینی کو اندر بوئے یار / جس سے پہنچوں تا بباغ روئے یار

گرمئ وحدت سے لب کر لب بلب / محو ہوں جس سے خیال غیر سب

دو جہاں سے کرکے مجھ کو بے نیاز / دولت دیدار سے اپنے نواز

غفلت و مستی و ظلمت کرکے دور / کر عطا چستی و چالاکی و نور

دور کر کبر و ریا عجب و غرور / بخش عجز و مسکنت اخلاص نور

بخش گنج فقر و درویشی مجھے / سکر و مستی محو بے ہوشی مجھے

دے شراب نسبتی کا مجھ کو جام / لوح دل سے محو کر ہستی کا نام

دھو مرے دل سے دوئی کا حرف نام / تا تمیز ما و تو اٹھ جا تمام

اے دعا گو ختم کرکے یہ دعا / ہو رجوع اب جانب خیر الوریٰ

کر وسیلہ اسکو اے امداد تو / وصل سے حق کے ہو تا دلشاد تو

گر تو طالب ہے وصول اللہ کا / چل پکڑ دامن رسول اللہ کا

جو کہ اے امداد اللہ کا وصال / بے وسیلہ اسکے چاہے ہے محال

ختم کرکے یہ مناجات نکو / کر وسیلہ ذات پیغمبرؐ کو تو

حامد و محمود ممدوح خدا / احمدؐ مرسل محمد مصطفےٰؐ

نعت شریف پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زینت تاج رسالت ہے وہ ذات / رونق تخت نبوت ہے وہ ذات

ہے وہ آئینہ جمال ذو الجلال / محرم خلوت سرائے لایزال

ہے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی / بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی

مہرباں مثل پدر سب پر میاں / روز محشر شافع خورد و کلاں

عزت شاہی و فخر سروری / شان بخشش مسند پیغمبری

بہتری کے ملک کا بہتر ہے تو / بہتری کے بحر کا گوہر ہے تو

ہے امین فخر افلاک وہ / تاجدار کشور لولاک وہ

روشنیٔ عرش نور لامکاں / شمع بزم عالم کون و مکاں ۵

رونق گلزار محبوبی ہے وہ / عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

شہ سوار عرصۂ چرخ و سما / باز خوش پرواز معراج و علا

راحت و روح روان کائنات / زندگانی پرور جان حیات

باعث ایجاد عالم ہے تو ہی / موجب بنیاد آدم ہے تو ہی

گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو / یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا میں نہ تو

ہے وہ سرمایۂ وجود کائنات / دونوں عالم سے ہے مقصود اسکی ذات

ہے وہ بیشک بالیقیں نخل وجود / اول و آخر ہی اصل وجود

ہے یہ سب اسکے لئے اے نیک بخت / واسطے پھل کے ہی بوتے ہیں درخت

گر ہوا آخر ہیں وہ شاہ جلیل / پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل

گر ہے پیچھے انبیاء کے ظاہرا / پر حقیقت میں ہے سبکا پیشوا

گرچہ آخر ہے ثمر اول شجر / کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر

جب ثمر سے یہ شجر ظاہر ہوا / پس ثمر ہی اول و آخر ہوا

کیا کمال میوہ میں نقصان ہے / جو وہ اول سابق بستان ہے

میوہ کو سبقت ہوئی جب باغ پر / ہے وہ اول وہ ہی آخر سر بسر

بس سمجھ لے اس سے تو یہ مضموں / رمز نحن الآخرون السابقوں

ہے وہی شاہ جہاں سب اسکے خیل / ہے وہی مقصود کل باقی طفیل

پڑھ تو امداد اسپہ صلوٰۃ و سلام / آل اور اصحاب پر اسکے تمام

چار یار اس کے ہیں چاروں خاص حق / ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق

در مدح چار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ / دوست پیغمبرؐ کے اور حق کے ولی

چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر / ملک اسلام انسے ہے رونق پذیر

زیب ایوان شریعت ہیں یہ چار / رونق باغ طریقت ہیں یہ چار

ہیں یہ ملک معرفت کے شہریار / ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار

قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار / ملت حق کی ہیں یہ انہار چار
ہیں طریق حق کے چاروں رہنموں / ہیں یہ ایوان خلافت کے ستوں

ہے یہ ملک اسلام کی سرحد چہار / جو ہو باہر انسے ہے مردود خوار
بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن / ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن

جوکہ دو سمجھے انہیں احول ہے وہ / دو جہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ
جو کوئی انسے ہو بد اعتقاد / ہے وہ دو عالم میں بیشک نامراد

در مدح اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جو ہیں اہل بیت اور آل رسول / گلشن دیں کے ہیں سب مقبول پھول

ہے ہر اک ان سبکا بیشک و یقین / مغز ملت جان ایماں روح دیں

جسقدر ہو انسے الفت میں کمی / اس قدر ہے دین ملت میں کمی
ایک کا بھی انسے جو بدخواہ ہو / راہ حق سے بے شبہ گمراہ ہو

جتنے ہیں اصحاب پیغمبر تمام / ہے ہر اک انجم ہدایت والسلام
اک صحابی سے بھی گر ہو سوء ظن / ہے وہ بیشک لائق گردن زدن

در بیان باعث نظم و تصنیف این مثنوی مسمی بہ تحفۃ العشاق و مدح عشق و قدح عقل جزوے

بھیج تو ان سب پہ صلوٰت و سلام / ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام

ہو گیا اے دوستو یوں اتفاق / باعث تحریر نظم پر مذاق

رہتا تھا مسجد میں اپنے متصل / مجمع علماء و صلحا اہل دل

ایکدن پڑھتا تھا میں نفحات انس / لے رہے تھے حق سے سب نفحات انس

جوش پر تھا بحر علم عارفاں / ہو رہے تھے گوہر معنی عیاں

۲ حاضرنکے دلمیں وہاں اے شان حق / کھل رہا تھا گلشن عرفان حق
اولیا کا حال سن مسرور تھے / ماسوائے محو غرق نور تھے

رفتہ رفتہ حضرت تحفہ کا ذکر / آگیا اس عاشق خستہ کا ذکر
سن کے ان کی شان و شوکت جاہ عشق / ہمت مردانہ اندر راہ عشق

بول اٹھا ہر اک بصد ذوق سرور / ہے یہ قصہ نظم کے لائق ضرور
خاص کر قطب زماں شاہ وفا / آفتاب معرفت بحر صفا

کامل اکمل ولی بے بدل / عاشق ذات خدائے لم یزل
صاحب ارشاد و تلقین سبق / عاشق صادق شہید راہ حق

برگزیدہ دو جہاں مقبول رب / مشرب چشتی و فاروقی نسب
یعنی شیخ حافظ محمد ضامن آپ / مجھ کو فرمانے لگے کر کے خطاب

نظم کر اس قصہ پر درد کو / گرم کر اک بار ہر دل سرد کو
مثنویاں ہیں مجازی عشق میں / پر بہت کم ہیں حقیقی عشق میں

قصہ تحفہ اگر منظوم ہو / رتبہ عشاق حق معلوم ہو
ریختہ میں نظم کر اسکو تمام / تاکہ سمجھیں اسکو سارے خاص عام

جان لے تا ہر کوئی بے قیل و قال / عاشقان حق کا یہ ہوتا ہے حال
دعوی جو کرتے ہیں جھوٹا عشق کا / ہوش میں ہوں سنکے رتبہ عشق کا

تا بشن گفتار عشق حق سے گرم / ہو کے بس دل سنگ ہو جوں موم نرم
عاشقاں صادق بھی سنکر جاہ عشق / چاق اور چوبند ہو اندر راہ عشق

جان لیں تا عشق کی سب رسم و راہ / چاہتے کو اپنے کرتا ہے تباہ
عاشقاں ستے ہیں سر تھیلی پہ دھر / ہے یہ راہ عشق نے نانی کا گھر

عشق ہے جاں اک بلائے جانگداز / ہے ازل سے دوست کش دشمن نواز
عشق کا سب سے الگ ہے رنگ و ڈھنگ / ہے ازل سے عقل میں اور اسمیں جنگ

عقل چاہے ہے کہ ہو عیش و فراغ / عشق ہے چا رنج و غم سینہ پہ داغ
عقل چاہے ہے غربت جاہ جلال / عشق ذلت خواری درد و ملال

عقل چاہے ہے عیش و ملک و سلطنت / عشق عجز و فقر و فاقہ تمکنت
عقل چاہے ہے عیش و عشرت خرمی / عشق درد و کلفت و رنج و غمی

عقل چاہے ہے کہ ہو شیر و شکر / عشق کہتا ہے کہ کھا خون جگر
عقل چاہے ہے قبا و پیرہن / عشق کرواتا ہے سامان کفن
عقل کہتی ہے کہ چل بازار میں / عشق لیجا جنگل و کہسار میں
عقل لیجا گلشن و گلزار میں / ڈالتا ہے عشق جلتی نار میں
عقل میں اور عشق میں رہتی ہے لاگ / عشق جب آیا تو جائے عقل بھاگ
عشق کیا ہے درد و غم کی کان ہے / غیر دلبر کا عدوئے جان ہے
نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق / دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق
درد میں اس کے دوا ہے سر بسر / مرض میں اسکے شفا ہے سر بسر
رنج میں اس کے ہے گنج بیکراں / مرگ ہے اس کی حیات جاوداں
اس کی ویرانی کو آبادی سمجھ / خار کو گل غم کو تو شادی سمجھ
عشق کی ذلت کو تو عزت سمجھ / خواری و زاری کو حرمت سمجھ
قہر صورت رحمت پنہاں ہے عشق / اور طبیب درد بیدرماں ہے عشق

عقل کہتی ہے کہ چل گلزار میں / عشق لیجاتا ہے کوئے یار میں
عقل کہتی ہے کہ کر عیش و طرب / عشق کہتا ہے کہ سہہ رنج و تعب
عقل چاہے ہے دولت مسروریاں / عشق چاہے ہے سو بلا و خواریاں
عقل چاہے ہے حیا و نام و ننگ / عشق کو انسے ہمیشہ سے ہے جنگ
ہو و حضرت عشق کا جس دم ظہور / عقل سر سے جائے اور دل سے سرور
کیا کہوں میں عشق کی نیرنگیاں / رنج میں راحت کو کرتا ہے عیاں
خاک میں جسکو ملا دیتا ہے عشق / تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے عشق
مارنا اس کا جلا دینا ہے جاں / توڑنا اس کا ملا دینا ہے جاں
عشق کے برعکس ہیں سب کاروبار / نار کو اسکے سمجھ تو سو بہار
کلفت و تکلیف کو راحت تو جان / فقر اور فاقہ کو سو دولت تو مان
عشق کی تعریف ہو کس سے بیاں / ہے ستم میں اسکے سو شفقت جہاں
اول آخر ظاہر و پنہاں ہے عشق / دونوں عالم جسم ہیں اور جاں ہے عشق

رجوع بقصہ

ہے بیان عشق تو بس بے بدل / اب کرو ارشاد حافظ پر عمل ۷
انکے فرمانیکو میں نے بے عذر / رکھ لیا سر پر سعادت جان کر

گرچہ مجکو شعر گوئی میں نہ تھا / دخل کچھ پر حکم کو لایا بجا
لیکن ان کے گوہر ارشاد کو / حفظ دل میں لیا رکھ شاد ہو
پر نہ دیتا تھا مجھے فرصت زماں / تا لکھوں اس نظم کو با شوق جاں
ہو گئے پس حضرت حافظ شہید / شام غم ہم کو ہوا اور روز عید
خوش نہ آئی اس جہاں کی رنگ و بو / چلدئے بس جنت الفردوس کو
وہ تو واں جام شہادت پی رہے / زہر غم کھانیکو یاں ہم جی رہے
ناز نعمت میں ہیں وہ مشغول واں / خاک و خوں میں لوٹتے ہیں ہم یہاں
آپ تو جا کر کیا جنت میں گھر / کر دیا سر گشتہ ہم کو در بدر
آپ تو بے رنج و غم منزل عروس / جا کیا تخت شہادت پر جلوس
عیش و عشرت میں ہوئے مشغول یوں / ایک لخت ہم کو گئے بس بھول یوں
دعوہ حب و قرابت کر گیا / خواجہ ناشاد کا بھی کیا حق نہ تھا

توڑنا موتی کا ہے آسان تر / نے کہ حکم بادشاہ بحر و بر
وقت فرصت دیکھتا تھا یہ کہ جو / حکم پر اس شاہ کے تعمیل ہو
لایا اتنے میں زمانہ اور رنگ / ہو گیا کچھ اور ہی عالم کا ڈھنگ
فرقت جاناں سے بس ہو کے تنگ / جان جاناں پہ فدا کی بیدرنگ
ہم بچاروں کو تڑپتا چھوڑ کر / سوئے حق راہی ہوئے منہ موڑ کر
وصل سے حق کے ہوئے وہ بہرہ ور / پیتے ہیں حسرت سے ہم خون جگر
جام کوثر سے ہوئے وہ لب بلب / چاہتے ہیں پیاس سے ہم اپنے لب
آپ تو راحت کے ساماں لے گئے / مایہ رنج و الم یاں دے گئے
لے لیا عیش و طرب اور ناز و نغم / رکھدیا سر پر ہمارے کوہ غم
عیش میں ہم کو دیا بالکل بھلا / حق الفت اور قرابت سب گیا
بیخبر ہم سے اگر رہنا تھا یوں / ساتھ اپنے لیگئے ہم کو نہ کیوں

گرچہ ہم لائق نہ تھے درگاہ کے | کفش برداری میں رہنے شاہ کے | شاہ کو زیبا ہے کب تنہا روی | گو بہت خادم نہوں تھوڑے سہی

در بیان محرومی و ندامت بر حال خود حسرت مفارقت بزرگان و یاران طریقت و اظہار غم جدائی ایشاں

آہ واویلا دریغا حسرتا | ساتھ والے چلدئے میں رہگیا

ساتھ کا اپنے ہر اک واصل ہوا | مدعا دل کا اسے حاصل ہوا | پہنچا ہر اک منزل مقصود پر | رہگیا میں ہی پڑا بس دور تر

صاف تھے جو چلدئے صاف اور پاک | مثل تلچھٹ رہگیا میں زیر خاک | جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر | رہگیا سایہ کے جو تھیں خاک پر

بلبلوں نے گھر کیا گلشن میں جا | بوم ویرانہ میں ٹکراتا رہا | گھر کیا قمری نے شاخ سرو پر | جھاڑ میں لٹکی ہے چمگادڑ ادھر

گھر کیا طوطی نے شکرستان میں | زاغ نوحہ گر ہے خارستان میں | ماہئی حق نے تولی دریا کی راہ | موش سوراخ زمیں میں ہے تباہ

شیر حق کا آہوئے عرفاں شکار | سگ ہے بہر استخواں کوچوں میں خوار | جا ملا دریا سے آب سیل بار | رہگئے خشکی کے اندر سنگ و خار

نرگس و ریحاں کو جا آہو چرے | اور شتریاں خار بن چرتے رہے | دست شہ پر جا ملا شہباز پر | کھول پر کرگس پڑا مردار پر

مرغ آبی نے کیا دریا میں گھر | مرغ خاکی لوٹتا ہے خاک پر | پر تھے جن کے سوئے بستاں اڑگئے | مرغ بے پر لقمۂ گربہ ہوئے

مرد باہمت ہوئے شہ پر نثار | ہم سے دوں ہیں نفس کے ہاتھوں میں خوار | حیف ہے صد حیف یاران طریق | جا ہوئے دریائے مطلب میں غریق

۸ گوہر مطلوب ہر اک نے لیا | غوطہ خور میں بحر حرماں میں رہا | آہ صد افسوس حسرت آہ آہ | جا کہوں کس سے مصیبت آہ آہ ۸

غم کا اپنے کون ہے غمخوار آہ | حال دل جس سے کروں اظہار آہ | جو کہ تھے غمخوار اپنے چل گئے | زیر پائے رنج ہم کو مل گئے

ہو گئے وہ محو نعمت اسقدر | خواب میں بھی تو کم آتے ہیں نظر | دور ساغر وصل کے چلتے ہیں واں | آتش فرقت میں جلتے ہیں یہاں

آہ واویلا کوئی ہمدم نہیں | جو سنے میری مصیبت کے تئیں | نے مرا ہمدم نہ کوئی غمگسار | غم مرا غمخوار ہے ہیں غم کا یار

مقدمہ شروع داستان حضرت بی بی تحفہ مغنیہ قدس سرہا

دل کی دل میں رکھ کے چپ رہتا نہیں | قصہ مرا تحفہ کو اب کہتا ہوں میں

بعد مدت کے اب آئی المراد | حضرت حافظ کی وصیت مجھ کو یاد

حسب ارشاد ان کے میں لیکر قلم | قصۂ تحفہ کروں یارو رقم

عشق کی باتیں سناتا ہوں تمہیں | گمرہی سے راہ پر لاتا ہوں تمہیں | راہ اس رہ سے کوئی بہتر نہ ہو | حق سے ملنے کا سمجھ اے راہ جو

گرنہ عاشق ہے تو سن عاشق کا ذکر | دور کر کے ماسوا کا اس سے فکر | عاشقوں کا ذکر کرتا ہے اثر | گرچہ پتھر سے بھی ہو دل سخت تر

عشق کی باتوں میں ہے وہ نور فن | مردہ دل زندہ ہو اندر گور تن | ہے وہ سیراب عشق کی باتوں کا باغ | خشک مغز ان کا ہو تر جس سے دماغ

ہوش سے بیہوش ہوکر ہوش کر | گوش سے بیگوش ہوکر گوش کر | سب طرف سے بند کر کے کھول کان | جمع کر کے رکھ مری باتوں پہ دھیان

تا مزا دیویں مری باتیں تجھے | عشق کی معلوم ہوں گھاتیں تجھے | تجھ کو بھی آجائے شاید بوئے عشق | کھینچ لیجا تجھکو بو تا کوئے عشق

دے وہ پہنچا شہر الفت میں تجھے | غرق کردے بحر وحدت میں تجھے | دیکھنے ہی سے نہیں ہوتا ہے عشق | سننے سے بھی تخم خود بوتا ہے عشق

در بیان تمیز عشق حقیقی و عشق مجازی و ذم عشق مجازی

ہیں بہت عاشق کہ بے دیکھے جمال
سنکے پائی عشق سے بس گوشمال

بلکہ کامل عشق ہے عشق شنید
ناقص و بے اعتبار ہے عشق دید

کیونکہ ہو عشق خبر دل سے حصول
عشق بصورت کا ہے دیدہ سے نزول

دید تابع دل کے ہے نے دل تبع
سوچ اس نکتہ کو کرکے دل جمع

یومنون بالغیب ہے مقبول حق
یومنون بالعین ہے مغز دل حق

حسن محبوبانہ عالم سربسر
عکس حسن حق ہے بیشک جلوہ گر

اصل کو کر ترک سایہ دیکھ کر
عاشق ناقص نے دی جاں عکس پر

دید تھا اسکو نہ دل ہوتا جو دل
چھوڑ سایہ اصل سے جاتا ہے مل

گر ہے دل پر گل سے کم کب دل ہے وہ
عکس پر جو اصل سے مائل ہے وہ

اس سے زیادہ چاہئے تفصیل گر
آئینہ دل صاف کر اور کر نظر

سر کی آنکھیں دلکا پردہ ہے مقر
کھول دلکی آنکھ سر کی بند کر

کس نے دیکھا ہے خدا کو آشکار
سن کہ وصف اسکا کرے ہیں جاں نثار

انبیا اس واسطے آئے یہاں
تاکریں اوصاف حق تمیز عیاں

تاکہ اوصاف حق عاشق سنے
دل میں پھول اسکی تمنا کے چنے

یعنی ہے وہ ذات بیشک و یقین
خالق و رزاق و رب العالمین

راحم و رحمان رحیم و بردبار
رائیگاں بخشندہ نعمت بیشمار

عالم الاسرار ستار العیوب
غالب و قہار غفار الذنوب

عاشق و معشوق محبوب جہاں
طالب و مطلوب مرغوب جہاں

اول اور آخر وہی اور جزو کل
ظاہر و باطن وہی معبود کل

ہے وہ اول بے بدایت اسکی ذات
ہے وہ آخر بے نہایت اسکی ذات

ہے وہ ظاہر باکمال استتار
ہے وہ باطن سخت و ظاہر آشکار

۹ ہے ازل سے تا ابد وہ ایک سا
ہے ہر اک صورت میں وہ جلوہ نما

ہے وہ اک شان اور ہزاروں شان میں
جلوہ گر لاکھوں طرح ہر آن میں ۹

ہے منور باکمال و باجمال
جلوہ گر ہر دم بہر رنگ و مثال

فرد مطلق لا الہ الا ہو
بیچگوں بیکیف روشن چارسو

لاوہو دونو نفی اثبات میں
نافی غیر اور مثبت ذات میں

کیوں ہے اس سے گمرہ غافل سدا
لاو کو کر تو ورد دل سدا

تاکہ بخشد لاوہو قوت ترا
مے برد تا پردۂ عزت تیرا

حق سے باحرص و ہوا تو کب ملے
ترک جب لا کو کرے تب تو ملے

کیوں تباہ ہوتا ہے اندر آب و گل
ماسوا کو ترک کر اور حق سے مل

حضرت آدمؑ سے تا آخر نبیؐ
وصف حق کرنے چلے آئے سبھی

بعد پیغمبر کے آل اصحاب سب
اور امام اور اولیا اقطاب سب

وہ صفات حال و خوبی جناب
جس میں تصنیف ہوگئیں صدہا کتاب

سب ہیں تیری عشق بازی کے مزے
وصل حق کی چارہ سازی کیلئے

تاکہ تو یہ دیکھ سنکر حال و قال
عشق کی راہ میں کرے حاصل کمال

ایک صد افسوس حسرت بے حساب
ہیں پڑے چاروں طرف تجھ پر حجاب

نے تو کر سکتا ہے آنکھو سے نظر
اور نہ سن سکتا ہے کانو سے خبر

پھنس گیا دلدل میں تو غفلت کے ہاتھ
مل نہیں سکتا کہ پاوے حق کی راہ

مرکب توبہ عصانہ راہ لے
پھر نکل دلدل سے اپنی راہ لے

کرتو پیدا دل میں اپنے درد عشق
تاتپ غفلت کو کر دے سرد عشق

میل سے غفلت کے کرکانوں کو پاک
بعد ازاں سن یہ حکایت دردناک

شروع داستان و بیان حال حضرت سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ

گوش دل سے سن سری سقطی سے نقل
جسکے سننے سے تجھے آوے کچھ عقل

نقل اپنی کرتے ہیں حضرت سری
ایک شب کی جو کہ تھی غم سے بھری

کہتے ہیں اک شب ہوا یہ اضطراب
نے رہا وردو ظائف اور نہ خواب

مضطرب ایسے رہے وہ رات بھر
سب عبادت کا ہوا ویران گھر

قبض ایسی ان کے دل پر آ گئی
ظہر عرفاں پر گھٹا سی چھا گئی

نے رہا وہ شوق نے راز و نیاز
لذت سجدہ نہ کیفیت نماز

فوج بیتابی نے کرکے اژدہام
لوٹ لی پونجی عبادت کی تمام

نے رہا ورد و وظائف نے درود
نے تہجد کی تلاوت کی نمود

تھی نہ بیہوشی نہ غفلت زینہار
لیک تھا بے صبر بیتاب و قرار

گو عبادت سے رہے سب بے نصیب
لیک کیفیت تھی اک دل میں عجیب

ظاہرا چھوٹا اگر ورد نماز
تھا مگر یوں میں عجب سوز و گداز

ہجر کی لذت کو عشاقان رب
وصل کی لذت سے کم جانے ہیں کب

عاشقان حق وصال اور ہجر میں
ایک سا لذت مزا دونوں میں لیں

اضطرابی اور بیتابی کا لطف
کیا کہوں اس شب کی بیخوابی کا لطف

لطف بیخوابی کا بیخواروں سے پوچھ
حظ بیتابی کا بیتابوں سے پوچھ

ذوق بیخوابی کا تو چاہے اگر
کوئی بیخوابوں میں کر اک شب گزر

لطف بیخوابی کا ہے مطلوب گر
عاشق بیتاب کے رکھ پاس سر

چاہیے گر کیفیت سوز و گداز
خدمت عشاق میں رکھ تو نیاز

کرتا ہے روشن دو چشم طالباں
سرمۂ گرد قدوم عاشقاں

اضطرابی بیقراری کا مزا
جانتا ہے جس نے دل میں ہے رکھا

لذت درد قلق رنج و بلا
وہ ہی جانے جو ہے اس میں مبتلا

لوٹنے کی خاک پر آرام کو
عاشق بیتاب جانے ہیں نہ تو

جانے کیا بیدرد لذت درد کی
درد رنج و غم غذا ہے مرد کی

درد سے نامرد کی نکلے ہے جاں
مرد کے حق میں حیات جاوداں

زہر ماروں کو ہے گرچہ ممات
سانپ کے حق میں ہے پر آب حیات

جو پڑے آتش میں ہو جلکے فنا
ہے سمندر کی وہی عیش و بقا

سوزش خور شاخ تر کو دے ثمر
خشک کو دے آگ میں کر خشک تر

خون ہو فرعونیوں کو آب نیل
قوم موسیٰ پر ہو آب سلسبیل

نار ہو گلزار ابراہیم پر
لیک ہو نمرود پر قہر و شر

زخم گرز و تیغ و نشتر آبدار
ہے شہیدوں کے لئے باغ و بہار

درد و غم ہے زندگی عاشقاں
مرتے ہیں اس زندگی سے فاسقاں

کیونکہ ہے درد بلا مطلوب یار
اس لئے عاشق کریں غم اختیار

جانتے ہیں عاشقان بیقرار
رنج میں گنج اور خزاں میں نوبہار

خار میں گل گل ہیں گرد میں
غم میں شادی اور شفا ہے درد میں

رنج میں راحت فقیری میں غنا
مسکنت میں سلطنت و بے غنا

ہے گلہ میں صبر بے صبری میں تاب
گریہ میں خندہ ثواب اندر عذاب

زحمت ہے رحمت میں اور ظلمت میں نور
ذلت و خواری میں عزت ہے ضرور

نیستی میں ہستی پستی میں علو
زندگی مرنے میں گھٹنے میں نمو

موت میں جینا بقا اندر فنا
عاشق جانباز کو ہے بے عنا

بیخودی و نیستی غم کی بہار
دیکھتے ہیں عاشقان جاں نثار

خاکساری رنج و عادت ناسزا
عاشقوں سے پوچھ ان سبکا مزا

بے گھری و بے زری و بے پری
بیخودی و بیخودی و بے بری

آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
بے قراری انتظاری درد سر

نیستی و پستی و مرگ و فنا
ذلت و رسوائی و رنج و عنا

لذت اور کیفیت ان سبکی ذرا
عاشقان باوفا سے پوچھ جا

پوچھ رونے کا مزا یعقوب سے
کلفت و زحمت کا حظ ایوب سے

سر کے کٹنے کا مزا یحییٰ سے پوچھ
لطف تن چرنیکا ذکریا سے پوچھ

سر کے رکھدینے کا نیچے تیغ کے
پوچھ اسماعیل سے کیا لطف ہے

آہ و زاری کا مزا آدم سے پوچھ
درد زہ کے لطف کو مریم سے پوچھ

جنگلوں میں ٹھوکریں کھانیکا لطف
اور پہاڑوں بیچ ٹکرانیکا لطف

فرش سے تا عرش پھرنے کا مزا
پوچھ عیسیٰ اور موسیٰ اور احمد سے جا

زخم کھا کر خاک و خوں میں لوٹ کر
جان دینا بے خطر باذوق تر

پوچھ سبکا شہیدوں سے ذرا
لذت و کیفیت و ذوق مزا

ہو کے بیجاں جاں فدا کرنیکا لطف ... پوچھ جانبازوں سے وہ مرنیکا لطف
پوچھ لے ہر تخم سے بستان میں جا ... خاک میں ملنے سے کیا تم کو ملا

روشنی سے شمع کے جلنے کو پوچھ ... شمع سے جا موم کے جلنے کو پوچھ
سیم وزر کے خاک میں رلنے کو پوچھ ... کیمیا ہے مس کے جا جلنے کو پوچھ

ابر سے رونے کو خور کے سوز کو ... باغ واثمار جہاں سے پوچھ تو
گریۂ ابر اور سوز آفتاب ... باغ عالم اس سے ہے باآب وتاب

گرمی دل چشم تر ہووے نہ گر ... باغ جاں کس طرح ہو سیراب تر
عشق سے دل گرم کر اور دیدہ تر ... گلشن جاناں ترا ہو تازہ تر

عشق کی باتوں نے مجکو اے عزیز ... کردیا اب ایسا بے عقل و تمیز
سربسر یکو اسکی حالت میں چھوڑ ... عشق مجھکو لیگیا کس طرف موڑ

عشق نے انکے کیا مجھ پر اثر ... نقل سے ان کی ہوا میں بیخبر
ذکر ان کا بھولا ان کو دیکھ کر ... جس طرح ہو آہو پیش شیر نر

عشق کی باتوں کا سن کر شور غل ... خواب غفلت سے گئی بس آنکھ کھل
یاد آئی ہے مجھے جب انکی بات ... یعنی فرماتے ہیں وہ یوں نیکذات

ہندوے شب کا جو گذرا حد سے جور ... ترک خور اس کا ہوا قاتل بزور
الغرض کی رات اس طرح بسر ... ہوگئی جب صبح ظاہر سربسر

اٹھ وضو کر کے بصد عجز و نیاز ... کی ادا جوں توں فجر کی میں نماز
صبح کا جب دم ہوا روشن چراغ ... نکلا جل بل گھر سے لے سینہ پہ داغ

چل کہیں موقوف ہو تا یہ ملال ... گھر سے نکلا کر کے یہ دل میں خیال
چل کہیں ایسی جگہ تا ہووے کم ... اضطرابی اور بیتابی و غم

آخرش گھر سے نکل پھرنے لگا ... دربدر صحرا بہ صحرا جا بہ جا
ماہ کی جوں کو بکو لا گھر بہ گھر ... شہر و جنگل میں کیا میں نے گذر

گذرتا بازار میں ہو غم بسر ... اور دل مضطر تھا جوں کوزہ میں زر
گر گیا گلشن میں جو گل کی کلی ... تھی زیادہ اور دل کو بیکلی

جو گیا صحرا میں تسکیں کے لئے ... اور اٹھے دلسے بگولے آگ کے
سیر دریا کی کہ کم ہو اضطراب ... جوش پر تھا اور بحر سوز و تاب

گر تسلی کو گیا اندر پہاڑ ... اور غم کا آپڑا سر پر پہاڑ
اور مزار اہل دل پر بھی گیا ... پر ہوا ہرگز نہ عقدہ دل کا وا

جس جگہ جاتا تھا مثل آفتاب ... تھا ترقی پر جلن اور اضطراب
آتش درد فراق بیدلاں ... کب بجھے بے آب وصل دلبراں

غنچۂ دل کب کھلے عاشق کا یار ... بے ہوائے وصل کب یار گلعذار
کب ہو کم ظلمت زدہ کا اضطراب ... جب تلک دیکھے نہ روئے آفتاب

ہوئے بے گل کے بلبل کو قرار ... باغ میں ہووے اگرچہ سو بہار
ہووے کب قمری کا کوتہ غم دراز ... گلشن و گلزار سے بے سرو ناز

دیدۂ حیراں نہ ہو کیوں اشکبار ... بے نظارہ نرگس بیمار یار
جائے کب عاشق کے دلکا پیچ و تاب ... ہو نہ گر زلف صنم کا سایہ یاب

ہو فغاں بیدل کے دلسے دور کب ... تا نہ ہو دلبر سے اپنے لب بلب
لوٹنا موقوف عاشق کا نہ ہو ... تا نہ وہ ہم بستر جانانہ ہو

جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار ... کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار
الغرض تدبیر کیں میں سو ہزار ... پر نہ آیا دلکو میرے کچھ قرار

مرض مہلک نے جو گھیرا جان کو ... دلمیں آیا چل بیمارستان کو
کیونکہ ہوں میں بھی جو بس بیمار دل ... دیکھ ہمدردوں کو نکلے کار دل

دیکھ کر ہمدرد و ہم موضوں کا حال ... ہو دل غمگیں مرا شاید بحال
نقل ہے کھلتا ہے جب آپس میں دل ... جبکہ دو دیوانے بیٹھیں ساتھ مل

جنس اپنی جنس سے ہے فیضیاب ... غیر جنسیت سے ہو اندر عذاب
ہے مراد ہم جنس سے ہم جنس یار ... جنس ظاہر کا نہیں کچھ اعتبار

آدمی ہم جنس ہیں صورت میں ایک ... مختلف اوصاف رکھتے ہیں ولیک
جنس ظاہر کا جو ہوتا اعتبار ... فرق کیوں ہوتے بہتر آشکار

ہوگئے اوصاف جو سب رنگ برنگ ... اسلئے ہے رات دن آپس میں جنگ
گر کریں اوصاف کو سب اپنے صاف ... پھر رہے کاہیکو ایسا اختلاف

آخرش دل میں یہ اپنے ٹھان کے
در پہ جا نکلا بیمارستان کے
جا کے داروغہ سے میں اس کے کہا
کھول در بیمار خانہ کا ذرا
تاکہ دیکھوں اپنے بیماروں کو ٹک
ہو تسلی دیکھ بیماروں کو ٹک

رجوع بقصہ و کیفیت بیمار خانہ مقولہ سری سقطی رحمہ اللہ

دیکھ کر پہلے تو بس تعظیم کی
باادب اٹھ کر مجھے تسلیم کی
بعد ازاں اسنے دیا جو در کو کھول
کھل گیا گویا در دل بے غلول
دیکھ کر احوال اہل ابتلا
غنچہ دل میرا کچھ بارے کھلا
دیکھا ہر اک کو ہے کہ زار و نزار
کوئی نالاں ہے کوئی ہے اشکبار
کوئی کوھے اور کراہتا ہے کوئی
صبر کو اپنے بتاتا ہے کوئی
کوئی رونا ہے کوئی کرتا ہے آہ
کوئی کہتا ہے کہ ہوں باحق تباہ
کوئی تڑپے ہے کوئی ہے خواب میں
کوئی حیراں کوئی پیچ و تاب میں
ہے کوئی گل کی طرح سے جامہ چاک
مثل قمری ہے کسی کے سر پہ خاک
ہو رہا بلبل نمط نالاں کوئی
مثل بسمل خاک میں غلطاں کوئی
کوئی رکھتا ہے بصد زار و نزار
زخم دل پر مرہم تصویر یار
کوئی بیکردار روئے تلخ فراق
زندگی سے کرتا ہے کڑوا مذاق
اشک سے دھوتا ہے کوئی ریش دل
کوئی بیتابی سے مارے دل پہ سل
سینکتا ہے درد پہلو کو کوئی
تابش دل سے رکھے آہوں کی روی
درد سر پہ کوئی بیتابی کا لیپ
کرتا ہے پھرنا ہے بیصبری کا کھیپ
ہو تپ دلرزہ سے کوئی بیقرار
پی رہا ہے شربت زار و نزار
کوئی پیچش سے شکم کی ہو تباہ
گولیاں کھاتا ہے بیتابی کی آہ
ہو کے مرض لادوا سے بے اماں
جاں بلب کوئی ہے کوئی نیم جاں
زندگی سے ناامید ہو کر بہوش
کوئی مسہل موت کا کرتا ہے نوش
دیکھ حال نیک ظاہر میں خراب
ہو گیا موقوف میرا اضطراب
غنچہ دل کھل گیا دیکھ ایک بار
گلشن بیمار خانہ کی بہار

ملاقات شدن سری سقطی از حضرت بی بی تحفہ و بیان حالت غلبہ عشق او قدس سرہا

تھا اسی میں جو گئی اک سو نظر
دیکھتا کیا ہوں کہ اک رشک قمر
تازہ و پاکیزہ رو صاحب تمیز
باللباس خوب و زیبا اک کنیز
چہرہ اس کا ہے گویا شمع حرم
قامت اسکا گلبن باغ حرم
زلف اسکی دام راہ سالکاں
لعل لب اسکا ہے جان تشنگاں
چشم اسکی چشمہ ہے فتنہ کا باز
خال اسکا تخم شوق پاک باز
بیٹھنا اسکا وہ باحسن و وقار
چرخ کو دیتا ہے پھر نیسے قرار
بیٹھی ہے ایکطرف کو جوں نرگس مست
دیکھ اسکو ہو گئے غم میرے پست
دیکھ کر کے حسن کی جس کے بہار
نرگس و آئینہ تھے حیران و زار
قید میں بھی تھی یہ اس پر آب و تاب
کوہ کے اندر ہو جیسے لعل و تاب
تھی دو آنکھیں اسکی چوں روشن چراغ
ذوق مستی سے کہ تھے اندر دماغ
دیکھ اسکے شعلہ رخ کی آب تاب
کھاتا تھا ناظر سو پیچ و تاب
بوئے خوش اس سے مرے اندر دماغ
پہنچی اور دل ہو گیا بس باغ باغ
دیکھ یہ الفت بھری صورت عجیب
ڈرتے ڈرتے میں ہوا اس کے قریب
اور دو مضبوط لوہے کے کڑے
مثل حلقہ ماہ پاؤں میں پڑے
اور بندھے ہیں ہاتھ زنجیروں سے یوں
شاخ طوبی سے ہی لپٹا سانپ جوں
مجھکو جو دیکھا تو اسنے اس گھڑی
دی لگا آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی
دست بردل نغمہ خوش بر زباں
عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں
روئی اور رو کر کے بھر کر آہ سرد
چند شعر اسنے پڑھے باسوز و درد

اسکے عشق اور ذوق مستی کا اثر — پڑتا تھا دل پر مرے جوں تاب خور
ہے کسی فرزانہ کی دیوانہ یہ — بے شبہ ہے عاشق جانانہ یہ
کیا خطا اس بیخطا نے کی کہو — قید میں ڈالا ہے اس یوسف کو جو
کوئی بیماری نہیں ظاہر اسے — ہے بھلی چنگی کہو کیوں بند ہے
ہو گیا اسکو جنوں تقدیر سے — اسلئے یہ بند ہے زنجیر سے
جملہ زنداں چونکہ در زنداں شوند — متقی و زاہد و حق خواں شوند
قید آب و گل میں آدم کو کیا — جوہر انسان جب ظاہر ہوا
بند ہو قطرہ صدف میں چند گاہ — تب وہ موتی ہوئے باخوبی جاہ
تخم کو ڈالیں زمیں کی قید میں — تاکہ اس سے پھول پھل حاصل کریں
حرص جو قید قناعت میں ہو بند — ہو غنا قلبی وہی اے ارجمند
بخل کو اندر سخاوت کے چھپا — تا حبیب اللہ ہو تو بر ملا
بند یاد مرگ میں کر طول امل — تار ہے اکرم نہ تو بے نیک عمل
کر تواضع میں تکبر کو تو بند — تاکرے حق مرتبہ تیرا بلند
عشق حق میں بند کر تو حب غیر — تا ہو باغ وصل حق میں تجکو سیر
کر خودی کو تو خدا میں محو نیک — تاکہ معلوم ہو نہیں جز ذات ایک
تاکہ ہو ان کو بایں قید نکول — گوہر مقصد زر مقصد حصول
بند کر کے تاکریں اسکا علاج — تا صحت پر ہووے تک اسکا مزاج
جو یہ داروغہ سے لونڈی نے سنا — رو پڑی اکبار اور سر کو دھنا
اے مسلمانوں نہیں مجنون میں — اپنے دلبر کی ہوں پر مفتون میں
سنکے اس سے ظاہری بیہودہ قال — ہو گئے غصہ نہ دیکھا دل کا حال

تابش گرمی دلسے اس کے ہیں — جانا یہ اتنی جو ہے بے صبر و چیں
پوچھا داروغہ سے میں اس گھر کی جا — کیوں کیا ہے قید میں یہ دلربا
کیوں کیا زنجیر و طوق اس شاہ کو — ابر میں کیسے چھپایا ماہ کو
بولا داروغہ یہ سنکر اے عزیز — تھی یہ ایک مولیٰ کی شائستہ کنیز
اسکے مالک نے کیا بند اسلئے — تاکہ شاید عقل و ہوش آجائے
طفل ناداں کو کریں مکتب میں بند — عالم و دانا ہو تا اور ہوشمند
نطفہ زنداں رحم میں جب ہو بند — شکل انسان تب ہو خوب اور دلپسند
کان میں جب قید ہوویں زر و سیم — پاویں جب قیمت گراں رونق عظیم
نفس سگ زنجیر تقوی میں ہو قید — آہو عرفاں کو جب کرنا ہے قید
طمع کو محو توکل کر شتاب — تا بجب اللہ کا پاوے خطاب
بولنے کو بند چپ رہنے میں کر — ہمکلام حق سے ہو تو تا اے پسر
حکم میں حق کے چھپا تو عجب کو — ظاہر و باطن ترا تا ایک ہو
کو ریا کو محو تو اخلاص میں — تا ہو حق کے بندگان خاص میں ۱۳
کر صفات حق میں گم اپنے صفات — ماسوا سے پاوے تو تا کہ نجات
اسلئے درویش فقرا ہوش مند — چلہ عزلت میں ہوویں آپ بند
اسکے مالک نے بھی اس امید میں — اس کنیزک کو کیا ہے قید میں
ہووے شاید عقل و ہوش اسکا بجا — تا نفع لے اس سے وہ بے انتہا
دردناک اک کھینچکر کے دل سے آہ — بولی میں ہوں اے عزیز و بے گناہ
سمجھو تم موسیٰ کا چرواہا مجھے — جس کے دلسے بیخبر موسیٰ رہے
یونہی مجکو بھی دیوانی جان کر — کر دیا قید اور نہ لی دل کی خبر

تمثیلاً بیان چرواہہ موسیٰ علیہ السلام

نقل ہے جاتے تھے موسیٰ طور پر — ایک چرواہا پڑا رہ میں نظر
کو رہا تھا یوں بصد زاری و آہ — اے رحیم والے کریم والے الہ
ہے کہاں تو جلوہ کر بتلا مجھے — تیری دوری نے دبا تڑپا مجھے
ہے بتا کس جا تو اے جان جہاں — تاکروں قربان تری خدمتمیں جاں
رات دن میں تیری خدمت میں رہوں — ایک دم غمگین تجھے ہونے نہ دوں
خوب سا مل مل کے نہلاؤں تجھے — اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے
تیل ڈالوں سر میں اور کنگھی کروں — چیلیں بین نیر پلیئے اچھی سیوں
ڈھونڈ کے کیڑے نکی تری ماروں جوئیں — اور کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں

ہو اگر بیمار تو اے کردگار
جان و دل سے ہوں ترا میں غمگسار

ہو جو کچھ تکلیف اور زحمت تجھے
کر کے خدمت خوب دوں راحت تجھے

پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو
اور کروں سونیکو بستر رات کو

اے مرے رب جاں مری تجھ پر فدا
اور سب اولاد گھر بار مرا

ہے کہاں تو تا تری خدمت کروں
سیئوں کپڑے تیرے اور بخیہ کروں

دیکھ پاؤں میں ترے گھر کو اگر
دودھ گھی لاؤں ترے شام و سحر

روغنی روٹی پکا کر اور کھیر
اور بہت لسی دہی مسکہ پنیر

لاؤں میں تیار کر آگے ترے
روز ہو کھانا ترا گھر سے مرے

اور کا ہرگز نہ کھانے دوں طعام
اپنے ہی گھر سے کھلاؤں میں مدام

رنج و غم ہرگز تجھے ہونے نہ دوں
تیری راحت کے لئے محنت بھروں

تیری خدمت سے نہ ہو فرصت مجھے
میری خدمت سے ہو نت راحت تجھے

اے خدا تجھ پر ہو قرباں میری جاں
اور سب بکریاں اور خانماں

اسطرح بیہودہ کہتا تھا شباں
پوچھا چرواہے سے موسیٰؑ نے کہ ہاں

کسکو کہتا ہے یہ تو مجھ کو بتا
بولا وہ جس نے مجھے پیدا کیا

اوسکو کہے جس نے زمین و آسماں
عرش و کرسی دوزخ و جنت عیاں

اور کہے جن و بشر اور دو جہاں
ہے اسی سے غرض یہ میری بجاں

بولے موسیٰؑ ہائے تو نے کیا کیا
ہو گیا کافر مسلمان کب رہا

ہے یہ کیا بیہودہ ہذیان کفر و جہل
بند کر منہ کو سمجھ اسکو نہ سہل

اس ترے کہنے سے اے بیہودہ گو
ہو گئی عالم میں ظلمت چارسو

کفر سے تیرے ہوا عالم سیاہ
کفر نے تیرے کیا دیں کو تباہ

کھانا پینا پھرنا تیرا ہے کام
اور یہ کب خورشید کو زیبا ہے کام

گر نہ روکا اس سخن سے حلق کو
آگ آکر پھونکدیگی خلق کو

گر کہے تو جرم کرتے ہیں سبھی
آگ آتی ہے نہ جلتا ہے کوئی

گر نہ آئی آگ کیسا ہے دھواں
ہو گیا کیوں دل سیاہ مردودیاں

۱۴ جو تو جانے ہے کہ حاکم ہے خدا
پھر یہ گستاخی ہے کب تجھ کو روا

دوستی بے عقل کی ہے دشمنی
ہے خدا پاک ایسی خدمت سے غنی

کس سے یہ کہتا ہے کیا خالو سے تو
یا کہ باپ اپنے سے یا عمو سے تو

جسم تن حاجات بشری تو قرار
دینا ہے اندر صفات کردگار

کھانا وہ کھائے جو رکھتا ہو شکم
کپڑا وہ پہنے کہ ہو جس کے جسم

وہ پئے شیر ہو جسے نشو و نما
چپلیں پہنے جو کہ ہو محتاج پا

وہ منزہ ذات حق دانا ہے راز
پاک ہے ہر چیز سے اور بے نیاز

بلکہ جو بندہ فنا فی الذات ہو
صفت اسکی صفت حق میں مات ہو

اسکے حق میں بھی نہیں کہنی روا
اس طرح کی گفتگو ہے ناسزا

نے کہ در حق جناب کبریا
بے بدل بے مثل بیچون و چرا

اولیا کو کہنا بے ادبی کی بات
دل کو کرتی ہے سیاہ اور جان کو مات

گر کہے اک مرد کو تو فاطمہ
گرچہ ہیں ایک جنس مرد و زن ہمہ

وہ کریگا قصد تیرے قتل کا
گرچہ ہو خوشخو حلیم و پارسا

فاطمہ ہے عورتوں کے حق میں مدح
مرد کو بولے تو وہ ہو رنج و قدح

باندھو یا ہیں ہمکو آسائش تمام
اور خدا کے حق میں آلائش تمام

لم یلد لم یولد اسکی ہے سزا
ہے وہ خالق والد و مولود کا

ہے وہ پیدائش کہ آیا جسم جو
جو ہوا پیدا ہے اس عالم سے دو

کیونکہ جو اس عالم فانی سے ہے
خلق ہے اور خالق اسکو چاہئے

بولا چرواہا کہ تم نے یا نبیؑ
سی دیا منہ میرا لب پر مہر کی

اور پشیمانی کی آتش سے بھلا
جان و دل میرا دیا تم نے جلا

کہہ کہ یہ اور پھر کے دل سے ایک آہ
پھاڑ کر کپڑے لیا جنگل کی راہ

بیخود و سرمست با آہ و فغاں
نالہ و زاری ہوا کرتا رواں

عتاب الٰہی بر موسیٰ علیہ السلام در مقدمہ چرواہہ

آئی موسیٰؑ کی طرف وحی خدا
میرے بندے کو کیا مجھ سے جدا

میرے ملنے کے لئے آیا تھا تو
یا جدائی ڈالنے آیا تھا تو

ہو سکے جبتک نہ لے نام فراق
رکھتا ہوں مکروہ میں لفظ طلاق

ہر کسی میں سیرت اک رکھی ہے میں
ہر کسی کو اصطلاح بخشی ہے میں

ہندیوں کی اصطلاح ہند مدح
سندیونکی اصطلاح سند مدح

معنی دو ہوں اور ہووے بات ایک
ہو ترے حق میں بری اور اسکو نیک

حق میں اسکے مدح تیری حق میں ذم
حق میں اسکے مدح تیری حق میں سم

حق میں اسکے نور تیرے حق میں نار
حق میں اسکے پھول تیرے حق میں خار

حق میں اسکے نیک تیرے حق میں بد
حق میں اسکے خوب تیرے حق میں رد

پس بری ہے پاک و ناپاکی سے ہم
اور گرانجانی و چالاکی سے ہم

نے کیا میں حکم تا لوں فائدہ
بلکہ سو بخشش کروں بندوں پہ تا

انکے کب تسبیح سے کچھ ہوں میں پاک
بلکہ وہ خود آپ ہو جاتے ہیں پاک

میں نہ کیوں کھولوں زبان کے قفل کو
دیکھتا ہوں اسکے دل اور حال کو

دیکھتا ہوں دلکا میں سوز و گداز
لفظ بیجا سے زباں ہو گرچہ باز

ہو زباں یا دل حقیقت یا مجاز
چاہتا ہوں سب سے میں سوز و گداز

دلمیں اپنے عشق کی آتش لگا
سر بسر فکر عبادت کو جلا

موسیا آداب والے اور ہیں
اور سوز و ناب والے اور ہیں

سوز و غم ہی کرتے ہیں عشاق راج
کان ویراں پر نہیں عشر و خراج

گر گناہ انسے ہو مت عاصی کہو
جو ہوا پرخوں شہیدا سکو نہ دو

ہے وہ خوں پانیسے افضل بے شبہ
سو ثوابوں سے ہے بہتر یہ گنہ

گم ہو رسم قبلہ جب کعبہ میں ہو
پابرہنہ غم ہے کیا غواص کو

رہبری منت ڈھونڈھ سرمستوں سے تو
جامہ چاکوں کو نہ کروا تو رفو

ملت عشق از ہمہ دین ہا جدا
عاشقاں را مذہب و ملت جدا

یہ عتاب حق جو موسیٰ نے سنا
پیچھے چرواہہ کے دوڑے برملا

اس کے پاؤں کے نشانوں پر چلے
تاوہ سرگشتہ کہیں شاید ملے

عذر نمودن موسیٰ علیہ السلام بخدمت شبان یعنی چرواہہ

رفتہ رفتہ آخرش وہ مل گیا
مژدہ دیگر اس سے موسیٰ نے کہا

ہو گیا ہے تجھ کو اب حکم خدا
کھول تو اپنی زبان کو برملا

اب نو ترتیب و ادب پر کچھ نہ رہ
جو ترا دل سوختہ چاہے وہ کہہ

کفر تیرا دین ہے اور دیں نور جاں
تیری برکت سے ہے عالم میں اماں

اے معاف یفعل اللہ ما یشاء
بے محابہ تو زباں کو کھول جا

بولا اے موسیٰ نہیں ہیں وہ رہا
ہو گیا کچھ اور حال عالی مرا

مارا کوڑا تو نے گھوڑے کے سرے
اڑ گیا وہ عرش سے اوپر پرے

پا گیا میں گو مگو کی بات کو
آفریں تجھ کو ہو تیری بات کو

کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں اب
شہد وحدت نے کئے ہیں بند لب

حال کو میرے کہاں پہنچے کلام
اس سے چپ رہنا ہے بہتر والسلام

رجوع بقصہ مقولہ حضرت بی بی تحفہ مغنیہ و بیان زور شور و غلبہ عشق حضرت تحفہ قدس سرہا

گرچہ بھید اپنا نہ کہنے دے ہے عشق
لیک کب خاموش رہنے دے ہے عشق

ہو سکے کب بند عاشق کی زباں
گرچہ بھید اس کا نجانیں مرداں

جبکہ سمجھیں انبیا کم راز عشق
کسطرح ہوں عام پھر ہمراز عشق

بے کئے معلوم میرے دل کا بھید
کر دیا مجنوں سمجھ کر مجھ کو قید

ہوں نہ دیوانی نہ میری عقل پست
لیک ہوں میں اپنے مستانہ کی مست

رہزنی سے عشق کی گمراہ ہوں
سب سے عقلا اس سے پر آگاہ ہوں

عشق سے اسکے ہوں میں مست و خراب
مست ہے مستی سے جسکی یہ شراب

لیگیا ہے وہ ہی میرا عقل و ہوش
وہ ہی برلاتا ہے اب مجھ سے خروش

ہوں کسی دانا کی میں دیوانی آہ
شمع روئے یار کی پروانی آہ

مست ہوں پر دل مرا ہشیار ہے
جان آسودہ مگر تن خوار ہے
ہوگیا البتہ یہ مجھ سے گناہ
جان کی خاطر کیا تن کو تباہ

ہے گناہ بس یہ کہ میں رکھتی ہوں چاہ
غیر خوبی کیا ہے یوسف کا گناہ
گر گناہ ہے تو یہ ہو مجھ پر گناہ
اپنے اس محبوب کی رکھتی ہوں چاہ

عشق نے اسکے کیا جو جاں میں گھر
تن بدن سے ہوگئی ہوں بیخبر
شمع رو کا اسکا جب آتا ہے دھیان
اندر اندر جلتی ہوں پروانہ ساں

آتا ہے جب زلف دلبر کا خیال
نوچتی ہوں اس لئے میں سر کے بال
جبکہ یاد آتی ہے پیشانی یار[1]
پھوڑتی ہوں سر کو دیواروں سے مار

چہرۂ گلگوں کا اسکے کر خیال[2]
میں طمانچوں سے کروں ہوں منہ کو لال
غنچۂ ابرو کو اس کے یاد کر
کرتی ہوں قربان اسپہ اپنا سر

یاد کر وہ خال روئے گلعذار
داغ دل سے ہوتی ہوں باغ و بہار
چشم میگوں[3] اسکی جب یاد آگئیں
جھٹ مری آنکھیں وہیں پتھرا گئیں

نوک مژگاں[4] کا خیال ہو اسکے جب
سینہ چھن چھن کر مرا چھلنی ہو سب
یار کے شیریں لب[5] دہن کو یاد کر
خون چھڑکوں ہوں جگر کے زخم پر

یاد آویں جب در دندان یار
گوہر اشک اسپہ کرتی ہوں نثار
ہو لب شیریں کا اسکے دھیان جب
تشنگی سے چاٹتی ہوں اپنے لب

یاد کرکے قدو قامت[6] یار کا
کرتی ہوں شور قیامت کو بپا
یاد کرکے دلبری[7] کی چال ڈھال
خاک میں ہوتی ہوں کیا کیا پائمال

دور ساغر[8] یاد کرکے یار کا
زہر کیسے گھونٹ بھر لیتی ہوں آہ
کر لباس و پیرہن کا اسکے دھیان
کرتی ہوں داماں گریباں دھجیاں

یاد آوے جب سراپائے صنم[9]
جلتی ہوں حسرت سے سر سے تا قدم
یار کی ہمبستری کو یاد کر
لوٹتی ہوں جیسے بسمل خاک پر

کر در دندان لب خنداں کو یاد
گاہ روتی ہوں کبھی ہنستی ہوں شاد
جانتی ہے خلق دیوانی مجھے
عقل سے یکلخت بیگانی مجھے

کوئی کہتا ہے اسے آسیب ہے
کوئی کہتا ہے جنوں لاریب ہے
حال زارِ من نمی داند کسے
ہستم اندر آتش غم چوں جسے 16

حال سے میرے کوئی واقف نہیں
ہوں میں اندر آگ کے جیسے روئی
ہے مری ایسی مثال اے مرد نیک
ناک والا ہو کوئی نکٹوں میں ایک

اسکو سب نکو بنادیں سربسر
عقل و ہوش اسکا اڑادیں سربسر
گرچہ اپنے کام میں عاقل ہوں میں
خلق کے نزدیک پر جاہل ہوں میں

جس سے میں کہتی ہوں اپنا درد و غم
سنکے ہنس دیتا ہے مجکو یک قلم
نے مرا غمخوار نے مونس کوئی
کوئی دیوانی کہے بے حس کوئی

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من
اپنی اپنی بوجھ کے سب یار ہیں
کب یہ میرے واقف اسرار ہیں

جسمیں سمجھے ہیں یہ میرا فائدہ
ہے حقیقت میں وہی بس مفسدہ
اور جسے جانیں کہ ہے اسمیں فساد
ہے وہی حق میں مرے انصاف و داد

درد کا میرے نہیں کرتے علاج
کرتے ہیں وہ جس سے اور بگڑے دماغ
بند کرنا کب ہے وحشت کا علاج
وحشیوں کا ہو فقط صحرا علاج

جو کوئی ہو عشق کا بیمار یار
کب علاج اسکا ہو جز دیدار یار
ہے کہیں ایسا کہیں زیر فلک
جائے مرہم زخم پر چھڑکیں نمک

ہے یہ کس حکمت میں درمان بخار
دیں ٹھنڈائی کی جگہ دارُوئے حار
تشنگی بجھنیکا کیا یہ بھی ہے راہ
جائے شربت زہر دے پیاسے کو آہ

ہے کوئی آتش بجھانیکا یہ کھیل
ڈالے پانی کی جگہ جلتے پہ تیل
ہے مروت یہ کہیں تم نے سنی
دوستی کی جا کرے جو دشمنی

۱؎ مراد صفت معبودیت حق است و مراد تجلیات صوری کہ سالک از کیفیت آں اطلاع می شود ۲؎ مراد تجلیات کہ در بیخودی و خواب میشوند ۱۲ ۳؎ مراد صفت بصیری للہ تعالی نظر و عنایت مراد لبان خود ۴؎ مژگان مراد اشارت الٰہی باقی صفحہ آئندہ پر

چاہتے ہیں درد عشق اس سے ہو دور / اور ہے میری زندگی اس میں ضرور
درد جاناں کسطرح چھوڑوں بھلا / زندگی سے کیسے منہ موڑوں بھلا
مایۂ راحت ہے جسکو اس کا غم / مونس وحشت ہے مجھ کو اسکا غم
درد کی میرے دوا ہے اسکا درد / اور تپ ہجراں کی دارو آہ سرد
عشق جان محرم ہے میری جان کا / زخم غم مرہم ہے میری جان کا
عشق کی آتش ہے ٹھنڈک جان کی / دائمی سوزش ہے ٹھنڈک جان کی
پوچھے ہے درد عشق سے جو جام دل / ہے تڑپنا لوٹنا آرام دل
گرچہ آنکھوں میں ہے زخم انتظار / دھوتی ہوں اسکو نسے اسکو بار بار
میں نہیں مجنوں ہوں بس ہوشیار / آتا ہے طعنہ جنوں سے مجکو عار
پیش اہل عقل فرزانہ ہوں میں / جاہلوں کے آگے دیوانہ ہوں میں
ہیں مسخر میری عقل و فہم عام / اور جنوں میرا ہے اک ادنیٰ غلام
ماندم درقید زنجیر جنون / یہ کہ باشم اہل عقل و دو فنون
شیخ نے جو نکتہ تحفہ سنے / عشق کے دل میں دُر تحفہ چنے
درد کی سن گفتگو غش کر گئے / جان و دل اندوہ غم سے بھر گئے
دل جلا سن گفت دل آویز کو / دی اجازت اشک گوہر ریز کو
تحفہ نے سوز نہانی شیخ کی / دیکھ کر وہ اشک رانی شیخ کی
یوں کہا اے شیخ جاں کھونا ترا / اُسکے وصفو نیر ہے یہ رونا ترا
اسکو پہچانے اگر تو نیک بخت / یعنی ہے جیسا کہ حق معرفت
اس گھڑی کیا حال ہو تیرا بنا / نور ہے یا عقل ہش تیرا بجا
گر بہ بینی یک نفس حسن و درد / اندر آتش افگنی جان و وجود
اس کے وصفو نیر ہو جب عالم فنا / عاشق حق کیوں نہ ہو ہردم فنا
جان و دل دیں حب مجازی عشق میں / کیوں نہ ہوں قربان حقیقی عشق میں
اسکے اوپر کہتی ہوں میں ایک مثال / تاکہ ہو معلوم جانبازی کا حال

حکایت بطریق تمثیل

نقل ہے لڑکا تھا اک درویش کے / جو بصورت پاک طینت نیک پے ۱۷
صورت و سیرت میں بس کامل تھا وہ / خوبی عالم تھا جسم اور دل تھا وہ
حسن کا اس کے کروں میں کیا بیاں / تھا گویا اک حق کی رحمت کا نشاں
پڑھتا تھا اک میر کے مکتب میں وہ / تھا طرحدار ذہن و ذکا میں سب میں وہ
میر کا لڑکا جو پڑھتا تھا وہاں / شکل و صورت میں تھا یکتائے زماں
گلبن نو حسن کے گلزار کا / آشیانہ طائر انظار کا
ہو گئی ناگاہ الفت درمیاں / میر کے لڑکے کی اور اسکی بجاں
شیفتہ ایسا ہوا پسر فقیر / ایک دم رہتا نہ بے ابن امیر
ناگہاں اک روز امیر بیتو فاق / آگیا مکتب میں حسب اتفاق
حال سب لڑکوں کا پوچھا آن کر / آخر اس لڑکے کو مفلس جان کر
حکم اٹھا دینے کا اس کے دیدیا / اور معلم سے یہ مضمون کہہ دیا
یعنی ہوگی آخرش اے اہل بر / صحبت اسکی میرزادے کو مضر
الغرض استاد نے مجبور ہو / جا کہا درویش کے فرزند کو
کہنے سے استاد کے ہو چشم تر / اٹھ گیا مکتب سے وہ خستہ جگر
پھر سنا تھوڑے دنوں کے بعد یوں / ہے وہ لڑکا سخت بیمار و زبوں
تھی نہ اسکو کوئی بیماری شاق / کھا گیا تھا میرزادے کا فراق
آتش فرقت میں اسکے روز و شب / جلتا بھنتا تھا بصد رنج و تعب
عیش دنکو تھا نہ شب سوتا تھا وہ / خون دل پیتا تھا اور روتا تھا وہ
کھانے پینے نے دیا اسکو جواب / خواب و راحت نے کیا آرام خواب

ل صحو گذشتہ سے آگے / بواسطہ وحی یا بواسطہ الہام باشد ۱۲ ۵ دہن مراد صفت متکلمی و اشارت الٰہی است ۱۲ ۶ مراد صفت معبودیۃ و سزاوار پرستش ۱۲
ے مراد جذبہ او معشوق عاشق را ۱۲ ۸ ہر چیز کہ دراں چیز مشاہدہ انوار غیبی و ادراک معانی می کنند ۱۲ ۹ مراد جامع جمیع اعمار و صفات ۱۲

بھوک زیادہ ہو تو کھا دل کے کباب　پیاس غالب ہو تو دے آنکھوں سے شراب
حال کو اس کے کوئی اگر پوچھتا　ہنس کے رو دیتا نہ تھا کچھ بولتا
میر کے لڑکے کو جب پہنچی خبر　اسکی بیماری کی پھر تو جلد تر
جا مری جانب سے یوں اکبار کہہ　کیا ہے بیماری تجھے اے یار کہہ
یوں جواب اس سوختہ جان نے دیا　تیری الفت میں مرا دل پھنس گیا
جان لے القصہ میرا بیگماں　جسم تڑپے ہے یہاں اور جاں وہاں
میر کا لڑکا یہ سن کر ناز سے　بول اٹھا کیا جانے کس انداز سے
گر ترا دل مجھ پہ یوں مائل ہے اب　بھیجنے میں کون چیز حائل ہے اب
جا کے نوکر نے پیام جاں فزا　میر کے لڑکے کا عاشق سے کہا
بعد لمحہ بے طلب تو گھر میں آ　اور طبق پوشیدہ لیجا تا اٹھا
بعد اک ساعت کے نوکر میر کا　حسب فرمودہ پسر اندر گیا
ہے طبق رکھا ڈھکا اوپر رومال　اور زمیں پر ہے پڑا وہ نونہال
۱۸ اور کہا سب اس سے جا کر ماجرا　میر کے لڑکے نے پھر سنکر ذرا
دیکھتے ہی اک لگی سینہ پہ چوٹ　ہو گیا اسکا بھی دل بس لوٹ پوٹ
دیکھے دل آرام اس کو سو گیا　جب گیا پہلو سے دشمن ہو گیا
سنتے ہی خادم گیا واں جلد تر　اور اس جاں دادہ کی لایا خبر
رکھ کے سر زانو پہ بیدم ہو گیا　سانپ کے کاٹے کے جوں چپ سو گیا
ہو گیا وہ جاں بحق تسلیم آہ　سنکے اسکی بھی ہوئی حالت تباہ
فائدہ کیا اس پشیمانی سے اب　چل گیا جب زہر ہٹ سکتا ہے کب
لیکے مسکین نے اشارہ دلربا　دیدیا دل کرکے پہلو سے جدا
دلدیا لاکھوں خریدے بینے دماغ　اک کلی دیکر لیا پھولوں کا باغ
خلق دیے مخلوق پر جان بے عنا　عشق خالق میں نہ ہو کیونکر فنا
شمع پر پروانہ ہو جل کر فنا　عاشقانِ حق نہ ہو کیونکر فنا
حسن یوسف عکس حسن حق ہے یار　حسن حق پر کیوں نہ ہو عاشق نثار
گوی شو میگر دیہ پہلوئے صدف　غلط غلطاں وزخم چوگان عشق

نے کبھی ہنستا نہ کرتا بول چال　غم کے کو نہیں پڑا رہتا نڈھال
اندر اندر کھا کے رنج یار سخت　رفتہ رفتہ ہو گیا بیمار سخت
جھٹ بلا کر ایک خدمتگار کو　یوں کہا جا پوچھ اس بیمار کو
آ کے خدمتگار نے بعد از سلام　میر کے لڑکے کا پہنچایا پیام
تیری فرقت میں ہوا بیمار میں　اب کوئی دم کا ہوں مہماں یار میں
نوکر کے میرزادے کا غلام　آیا اور بیمار کا لایا پیام
یعنی نوکر کو کہا جا جلد تر　کہدے اس دلدادہ سے اس طور پر
دل ترا رہتا ہے گر مجھ بن اداس　بھیجدیتا کیوں نہیں دل میرے پاس
سن کے عاشق نے پیام دلربا　ٹھہر دروازہ پہ نوکر کو کہا
وہ طبق سربستہ لیجا کر ضرور　جلد رکھنا میرزادے کے حضور
جا کے دیکھا ہے طبق رکھا ڈھکا　اور زمیں پر اک طرف لڑکا پڑا
وہ طباق اسجا سے جلدی سے اٹھا　میر کے لڑکے کے آگے دھرا
اس طبق کو دیکھا جو رومال اٹھا　دل تڑپتا پایا اس میں برملا
وہ تو دل کو دیکھ کے راحت پا گیا　دلکو اس کے بھی مگر تڑپا گیا
پھر کہا خادم کو جلدی دوڑ کر　جا کے اس جانباز کی لا تو خبر
یعنی وہ دلدادہ لڑکا مر گیا　جانکو جاناں پہ قرباں کر گیا
عشق اپنا کام کرکے چل گیا　گلبن نورسے گل میں مل گیا
اپنے کہنے سے پشیماں ہو کے وہ　ہو گیا بیہوش بس رو رو کے وہ
عاشق صادق تھا اور اہل کمال　دیدیا دلبر کو جو دل بے ملال
اک اشارے میں دیا دل بخیل　کر گیا اس شعر پر گویا عمل
جبکہ ہو عاشق مجازی کا یہ حال　کیوں نہ مٹ جاں عاشقانِ ذوالجلال
عشق مولیٰ کچھ نہیں لیلیٰ سے کم　کیوں نہ ہوں مجنوں بیں بسپر یکقلم
حسن یوسف پر زنانِ مصر مست　ہو کے کاٹیں جائے لیموں اپنے دست
عاشقان صورت وہم وخیال　کب ہوں مثل عاشقانِ ذوالجلال
عشق حق میں تو جو دے اک جانکو　پاوے بدلا دس سے لیکر سات سو

عشقہائے کز پئے رنگے بود — عشق نبود عاقبت ننگے بود
پھر تھرا کر گر پڑی بے ہوش ہو — آدھ پھر کر رہ گئی خاموش ہو
شیخ نے اسکو پکارا اے کنیز — بولی لبیک اے سری باتمیز
نام جو لینی ہے میرا برملا — مجھ کو جانے ہے کہاں سے تو بتا
غم میں اس کے عشق کے کھیلی ہے نرد — آپکو کھوکر کے پایا اس کو فرد
شیخ بولے مانا میں عاشق ہے تو — پر بتا ہے کون تیرا ماہرو
کونسے محبوب کی عاشق ہے تو — کونسے مطلوب کی شائق ہے تو
کون سے ہے شعلہ رو کی سوختہ — ہے تو کس تیر نگہ کی دوختہ
کونسے ہے سرو قد کی پائمال — عشق میں کس ماہ کے ہے تو ہلال
زخم خوردہ ہے تو کس چوگان کی — گیند کی جوں ہے جو غلطاں ہر گھڑی

حضرت تحفہ بغم پر سینہ چاک — کہہ چکی جب یہ حکایت دردناک
بعد ساعت کے جو آیا اسکو ہوش — پھر وہی نعرہ تھا اور جوش و خروش
یوں کہا پھر شیخ نے اے باادب — کیا مرا جانے ہے تو نام و لقب
بولی جیسے دوست کو جانا ہے ہیں — اس سے اس کو خوب پہچانا ہے میں
کھل گئے سب دل میں اسرار جہاں — ہے نہ کوئی بھید اب مجھ سے نہاں
کر ذرا روشن ترا ہے کون ماہ — کونسے بت نے تری ماری ہے راہ
کونسے دلدار پر مائل ہے تو — کسکی تیغ ابرو کی کمال گھائل ہے تو
ہے تو کس شیریں دہن کی تشنہ لب — ہے تو کس چاہ ذقن میں غرق آب
پیچ میں آئی ہے کس کاکل کے تو — ہے پھنسی میں پیچ بتا کس نل کے تو
کونسے شمشاد کی قمری ہے تو — کونسے آزاد کی قیدی ہے تو

کون سے گل کی ہے تو بلبل بتا — کون ہے محبوب تیرا گل بتا
عرض کی تحفہ نے اے قطب زماں — ہے مرا محبوب خلاق جہاں
یعنی جس نے کر دیا ہے بے قصور — حرف دو سے دونوں عالم کا ظہور 19
عشق سے پر جان جسنے دی مجھے — یاد میں اپنے بہر موکی مجھے
مجھ کو اپنے سے تنہا سا کر دیا — نور عرفاں سے مرا دل بھر دیا

بیان کردن بی بی تحفہ معشوق و محبوب خود را کہ محبوب من معبود برحق و قادر مطلق است

خالق کونین پر عاشق ہوں میں — مالک دارین کی شائق ہوں میں
دل دہندہ ہی کی دلبردہ ہوں میں — اپنے اسجاں بخش کی مردہ ہوں میں
ہوں دہندہ آبرو کی اشک ریز — اپنے عزت بخش کی ہوں خاک بیز
اپنے اسپر آب سرد گل ہوں میں — گاہ قمری اور گہے بلبل ہوں میں
جسکی وحدت کی ہے کثرت جلوہ گاہ — جسکی یکتائی کا شہد اللہ گواہ
ہے وہی معبود برحق میرا دوست — ہے وہی موجود مطلق میرا دوست
ہے مرا محبوب مطلوب و حبیب — جو ہے مجھ سے بھی بہت میرے قریب
جسکی پی کر کے مئے حیرت زمیں — ہے پڑی بدمست بیجان و خبر یں
جسکے جام عشق سے ذرات مست — فرش تا عرش موجودات مست
ہے جو محبوبان عالم پر یہ نور — ہے اسی کی پرتو کا سب ظہور

دلدیا جسنے دیا دل اس کو میں — آپ کو چھوڑا گئی مل اس کو میں
اپنی ہستی بخش پر ہوں میں فنا — میری ہستی میں ہے وہ جلوہ نما
اپنے ہوں افروختہ پر سوختہ — اپنی شادی پر ہوں غم اندوختہ
ہے مرا محبوب دو عالم کا رب — جسکی پاکی بولتی ہے خلق سب
ذات برحق بادشاہ بیبدل — فرد مطلق لایزال و لم یزل
ہے مرا محبوب سر کن فکاں — جان عالم جان جاں روح جہاں
ہے مرا معشوق وہ بلاشبہ شک — عشق میں جسکے ہے سرگرداں فلک
ہے نشہ میں جسکی عبدیت کے چور — آدم و جن و ملک حور و قصور
ہے وہی دلبر مرا وہ ہی حبیب — اور سوا اسکے نہیں کوئی حبیب
حسن محبوبان عالم سربسر — عکس حسن حق ہے یوں خود سنگ پر

جس برائد وہ ہے یہ خوبی خلق
عکس محبوبی ہے محبوبی خلق

سایہ اپنے اصل کو جب چلگیا
خاک میں عشق مجازی رل گیا

سایہ تو جا اصل میں اپنے ملا
عشق حقیقی اسکو حاصل ہوگیا

یعنی جب معشوق اسکا مرگیا
بے وفائی اپنی ظاہر کر گیا

چشم و گوش و چہرہ سب موجود ہے
عشق تھا جسپر کہو وہ کیا نہی تھے

پرتوہ جب اصل کو اپنے گیا
رہ گیا عاشق بچارہ دیکھتا

اصل اور سایہ میں سمجھا کچھ نہ فرق
چھوڑ دریا کو ہوا قطرہ میں غرق

آئینہ میں دیکھ کر عکس حبیب
اصل صورت سے رہا تھا بے نصیب

عشق بر مردہ نباشد پائدار
عشق را بر حی و بر قیوم دار

عشق مردہ پر نہیں ہے پائدار
زندہ اور قائم کا کر عشق اختیار

ماسوا حق کے جو کچھ موجود ہے
شکل ہستی ہے ولے نابود ہے

غیر حق کب ہے وہ ہے موجود یار
اول و آخر نہان و آشکار

۲۰ اصولی کو دور کرکے کر نظر
ہے وہی خورشید ہر جا جلوہ گر

شمع گر لاکھوں تجھے آویں نظر
ایک ہی جب نور ہر جا وے نظر

آئینوں کو دیکھ کرکے رنگ رنگ
عقل جزوی اس تکثر سے ہے دنگ

دس عدد ہوں یا ہزار ہوں یا کہ ہو
ہر اک ان کا ایک سے خالی نہو

یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے میں نہ تو
ہے وہی نور منزہ چار سو

اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں میں
ہے یہی بہتر کہ چپ رہتا ہوں میں

قطرہ میں دریا سماوے کس طرح
ذرہ میں خورشید آوے کسطرح

اڑ گیا جب زر ہوئی ظاہر مسی
اسکے عاشق پر جب آتی ہے ہنسی

ہووے گر عاشق مجازی کو کچھ عقل
ساتھ اس سایہ کے کرتا ہے نقل

جب حقیقت دیکھ لی اندر مجاز
تب حقیقی عشق میں کر ترک و ناز

ہوگئی باہر بدن سے روح جب
ہوگیا عشق مجازی سرد سب

پرتوہ حسن حقیقی کا وہ تھا
جس پہ یہ عاشق ہوا تھا مبتلا

کھلگئی جب آنکھ تب فریاد کی
عشق ناقص میں عمر برباد کی

دیکھ کرکے عکس خود دیوار پر
غش کیا اور کی نہ سورج پر نظر

جب خیال ماسوا باطل ہوا
عشق حقیقی تب اسے حاصل ہوا

عشق زندہ در روان و در بصر
میشود ہر دم ز غنچہ تازہ تر

عشق زندہ کا ہو ہر دم تازہ تر
دل میں اور آنکھوں میں باصد کر و فر

بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر
ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر

ہے حقیقت میں نہیں جز ذات ایک
دو نظر آتے ہیں احول کو ولیک

ہیں اسی دریا کی سب موجیں ضرور
گرچہ رنگا رنگ ہے ان کا ظہور

ہے ہزاروں آئینوں میں شکل ایک
عقل اس کثرت سے حیراں ہے ولیک

پوچھے آئینوں کی کثرت سے تو گر
حق کے اسماء و صفات ہیں جلوہ گر

وہ نہیں جسمیں نہیں وہ جسمیں ہو
وہ بھی ہے ناچیز اسے اعداد جو

ذرہ کہ دو نہ بڑھ اور دو نجان
جان اسمیں آپکو محو نہان

ہے ہمائے وحدت اب پرواز پر
آوے کب دام سخن میں اے پدر

باد اندر مشک آسکتی ہے کب
آگ پنبہ میں سما سکتی ہے کب

کوہ کو کیونکر اٹھاوے برگ کاہ
نور میں ظلمت کو ہو کسطرح راہ

شیخ سری یہ سخن تحفہ ہے سن
رہ گئے حیران و ششدر بے سخن

رجوع بقصہ

سنکے اس سے بلبل میٹھے کلام
قند وحدت سے ہوئے شیریں کام

یوں کہا قیدی تجھے کس نے کیا
روٹی اور رکھ ہاتھ یہ دلبر کہا

بعد ازاں اک ادھر کو گر پڑی
شیخ نے جانا گئی مر اس گھڑی

دیکھ اس کی حالت مضطر کو شیخ
اور سن کر قصہ بے سر کو شیخ

کرکے اس سے گوہر معنی بگوش
شربت توحید کو بس کرکے نوش

جاہلوں نے کرکے باہم مشورہ
بند مجھ آزاد کو بس کر دیا

ہوش جب آیا تو پھر اس نے پڑھے
چند شعر اپنے مناسب حال کے

صاحب بیمار خانہ سے کہا
بہر حق کر اس ڈلیہ کو رہا

اس گرفتار محبت کو تو چھوڑ / آہوئے صحرائے وحدت کو تو چھوڑ
قید سے تو چھوڑ اس بے قید کو / تا ترے برلادے حق امید کو
کر تو آزاد دو عالم کو آزاد / دو جہاں میں تاکرے حق تجکو شاد
سنکے اسنے طوق اور زنجیر توڑ / انکے کہنے سے دیا تحفہ کو چھوڑ
پھر کہا یوں شیخ نے اے خستہ جاں / اب چلی جا تیرا دل چاہے جہاں
عرض کیا تحفہ نے اے والا گہر / میرے جانیکا ٹھکانا ہے کدھر
قید میں ظاہر کی ہیں کیا قید ہوں / قید باطن کی دلسے پابند ہوں
شیر معنی ہو نہیں آزاد دو کون / بند کر سکتا ہے اب مجھ کو کون
طوق زنجیر اور یہ زنداں میرے اب / اک اشارہ میں فنا ہوتے ہیں سب
کیا نہیں تم نے سنا اے خوش خصال / قید میں منصور کی قوت کا حال

حکایت حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ

قید میں جسم کیا منصور کو / فانی حق عرق بحر نور کو
ساتھ اس کے تھے تین سو اور چند / اپنے اپنے جرم کی شامت سے بند
بولا منصور ان کو تم سے بند توڑ / تم اگر چاہو تو دو میں سبکو چھوڑ
یوں کہا سب نے یہ گر ممکن ہے جو / کیوں نہیں دیتے خلاصی آپ کو
یوں کہا مجھ کو شریعت کا ہے پاس / قید حق میں ہوں نہیں مجھ کو ہراس
ہاں اگر چاہو تو دوں ہیں تمکو چھوڑ / اک اشارے میں تمہارے بند توڑ
پھر اشارہ جو کیا انگشت سے / بند دست و پا سے انکے گر پڑے
قیدیوں نے آپکو دیکھا جو خاص / بند اور زنجیر سے بالکل خلاص
عرض کی سب نے کہ اے شیخ بلند / کس طرح جائیں در زنداں ہے بند
اور ہیں درباں دروں پہ مستعد / پہرے اور چوکی کے اوپر مستعد
یوں کہا منصور نے پھر کیا ہے ڈر / کہہ کے یہ ادر کی سوئے زنداں نظر
شیخ کے کرتے ہیں زنداں پر نظر / ہو گئے پھٹکر کے دیوار دمیں در
پھر کہا اب جاؤ تم سارے نکل / اپنے اپنے گھر کو جاؤ بے خلل
بولے سب تم کیوں نہیں چلتے ہو گھر / یوں کہا جانا ہے مجھ کو دار پر
ہے مرے سینہ میں اک سر نہاں / دار پر جاکر کروں گا میں عیاں ۲۱
بعد اس کے حکم سے دلدار کے / ٹکڑے ٹکڑے ہونگے جسم زار کے
اس طرح میں بھی ہوں حکم حق میں بند / امر تلخ اسکا ہے مجھ پر مثل قند
میرے پیارے نے مجھے اے ہوشمند / کر دیا ہے بند میں بندہ کے بند
اس مرے محبوب نے کر دی مجھے / اپنے اک بندے کی بس بندی مجھے
اس کی مرضی پر رہونگی دلسے بند / ہو جدا میرا بیاں گر بند بند
گر مرا مالک ہو راضی جاؤنگی / ورنہ صابر ہوں نہ میں گھبراؤنگی
شیخ سری نے کہا ہنسکر کہے یوں / ہے عجب تو نکتہ داں اے ذوفنوں
اس سخن سے ہوگیا اب آشکار / میں ہوں مجنوں اور تو ہے ہوشیار

ملاقات شدن شیخ سری سقطی از تاجر مالک تحفہ

شیخ اور تحفہ بہم آپس میں باز / کر رہے تھے گفتگوئے راز و ناز
تاجر دل خستہ سینہ سوختہ / پشت خم غصہ سے سینہ دوختہ
آگیا باہر سے اندر ناگہاں / جانب زنداں بندی بے اماں
آکے داروغہ نے یوں اس سے کہا / ہے کہاں تحفہ کہا اندر ہے جا
پاس اس کے بیٹھے ہیں حضرت سری / سنکے یہ خوش ہوگیا وہ اس گھڑی
شیخ کو دیکھا تو بس خرم ہوا / فکر سے تحفہ کے دل بے غم ہوا
بولا برکت سے دعا کی ان کی اب / مشکلیں آسان ہونگی میری سب
بعد تسلیم و ادب ہو چشم تر / رکھدیا پھر شیخ کے پاؤں میں سر
شیخ بولا ہوش کر اے باتمیز / مجھ سے سو درجہ ہے بہتر یہ کنیز
ہے ادب مجھ سے گدا کا بیشمار / شاہ معنی کو کیا ہے و خوار
لائق تعظیم پر تو ہو ستم / اور ہو نالائق معظم محترم
ابلہان تعظیم مسجد می کنند / در جفائے اہل دل جد می کنند
کب سے مسجد حجر در دن اولیا / کیونکہ ہے واں جلوہ فرما کبریا

کیا نظر بندی ہے اے دانائے راز   باز کو پشہ کہیں پشہ کو باز
ہے عجب دنیا کا یہ برعکس کار   خار کو جانے ہیں گل اور گل کو خار
چاہ کو جانے ہیں راہ اور رہ کو چاہ   شاہ کو مسکیں کہیں مسکیں کو شاہ
نیک کو جانیں ہیں بد اور بد کو نیک   ایک کو سمجھیں ہیں سو اور سو کو ایک
غم کو شادی جانیں اور شادی کو غم   نم کو دریا سمجھیں اور دریا کو نم
خوار کو سلطان سلطاں کو ذلیل   دانا کو ناداں اور ناداں کو عقیل
سہل کو مشکل کہیں مشکل کو سہل   اہل کو نااہل نااہلوں کو اہل
عاقلوں کو جانتے مجنون ہیں   اور جو ہیں مجنوں انہیں عاقل کہیں
خلق جسکو جانتی سردار ہے   پیش اہل دل ذلیل و خوار ہے
اور جسے سمجھیں ہیں سب خوار و ذلیل   ہے حقیقت میں وہی شاہ جلیل
اس کنیزک کو کہ ہے سلطان جان   کس لئے رکھا ہے خوار و مستعان
کیوں کیا اس گلبدن کو خوار و زار   کیوں کیا اس آئینہ کو پر غبار
جان کو اپنی ستاتا ہے کوئی   خاک میں زر کو ملاتا ہے کوئی
کیوں اس آزاد دو عالم کو کیا   قید میں اسکا سبب مجھ کو بتا
کر بیاں اس کی حقیقت مجھ سے تو   اول اور آخر سے یکسر مو بمو
حال کیا رکھتی تھی اور کیدھر سے رجوع   یہ جنوں اسکو ہوا کیونکر شروع
ہو گئی ہے کب سے یہ زحمت اسے   کتنی مدت سے ہے یہ حالت اسے

بیان نمودن تاجر حال تحفہ را رحمہا اللہ

اشک سے لعل و گہر کرکے نثار   شیخ سے کی عرض تاجر نے کہ یار
سنیے مجھ سے قصہ تحفہ بہ ہوش   عشق سے کیجے در تحفہ بگوش
سنیے ساتھ اس کے کہا نیکو مری   اس بلائے ناگہانی کو مری
کان دیجئے تا مرے دلکا دھواں   نکلے راہ گوش سے کچھ تو اس آں
ایکدن پھرتا تھا میں بغداد میں   آ گیا اک کوچۂ بیداد میں
خلق کا دیکھا وہاں اک اژدہام   گر رہی تھی قند پر جیسے ہوام ۲۲
ایک سے پوچھا میں کیوں ہے یہ ہجوم   ہے کہا اک فتنہ تحفہ کی دھوم
بکتا ہے اک شاہد خورشید فام   جنتی تحفہ ہے تحفہ اس کا نام
دیکھ اس کو شمع رو و گلبدن   سب گئے ہیں بلبل و پروانہ بن
وصف اس گلرو کا جب مجھ پر کھلا   دل میں پھول اسکی تمنا کا کھلا
جلوہ آں ماہرخ از راہ گوش   برد از تاجر روان و عقل و ہوش
الغرض میں بھی عزیمت کو بڑھا   سہر تسخیر پری آگے بڑھا
دیکھا رخ اسکا تو پایا جلوہ گر   کالی سے بہتر ملی مجھ کو نظر
نور کا پتلا عجب دیکھا عیاں   جسکی ہے تعریف میں قاصر زباں
ہیں خریدار اسکے صدہا پیش پا   قیمت اس کی کرتے جاتے ہیں سوا
سب سے آگے بڑھ کے آخر میں کہا   اس کی قیمت دونگا میں سب سے سوا
یاں تلک لایا کہ جو اندر شمار   آئے درہم اسکی قیمت بیس ہزار
لے لیا میں مول آخر کو بجاں   فتنہ دوران آشوب زمان
آیا خوش ہو کر کے پھر میں جلد نزر   خانہ ویراں گر کو لیکر اپنے گھر
خوبی و حرفت کا تھا بس اسکے غل   خاطر عالم رہی تھی اسپہ ڈھل
سر سے پا رکھتی تھی زیبائی بنا   بر عیاں چہرے سے سودائی بنا
شوق کی پیکر کے اکدن بنگ کو   تھی لگی گانے بجانے چنگ کو

اظہار شدن عشق تحفہ و زور شوراد

تھا زباں پر یہ کہ ہے فریادرس   کون تجھ بن بیکس و بیکس کا کس
چارۂ بیچاری کا بیکس کا رفیق   مایہ بے مایہ کا بس کا شفیق
دستگیر ناتواں عاجز نواز   مستغیث عاجزان چارہ ساز
دل دہندہ بیدلاں عاشق نواز   مرہم زخم دلان پاک باز
مرے دلبر مرے جانکے حبیب   ہے مرے نزدیک دور و نکے قریب
پردۂ دلمیں مرے لی تو نے جا   خلق کے در پر مجھے دی تو نے جا
پر ہے تیرے عشق سے سب تن مرا   خلق کے ہاتھوں میں ہے دامن مرا

بندگی تیری ہے میری زندگی | غیر کا کر دفع بندہ بندگی
ہے قسم تیرے جمال پاک کی | دام غم میں تیرے جیسے میں پھنسی
دو جہاں کا دل سے میرے غم گیا | تخم الفت تیرا دل میں جم گیا
ہر رگ و پے میں سمایا ہے تو ہی | غیر کی کچھ میں نہ گنجائش رہی
بیکسوں کا تو ہے کس بیکس ہوں میں | دستگیری کر کہ بس بیبس ہوں میں
ہاتھ سے اس کے تو کر مجھ کو خلاص | کر مجھے اپنے کرم سے اپنا خاص
کہہ کے یہ پھر بے تحاشا رو پڑی | کھول دی مژگاں نے مرجان کی لڑی
بعد ازاں اٹھ کر کے توڑا ساز کو | اور کیا رونا شروع اور ہائے ہو
ماسوا کی آرزوئیں توڑ دیں | آرزوئیں دل سے اپنے چھوڑ دیں
جو کوئی اس محفل دلکش میں تھا | تاجر اور ساتھ اسکے سب چھوٹا بڑا
بول اٹھا ہر ایک کسی سودا سے آ | سر میں اس زیبا کے سودا پڑ گیا
تیر عشق پھینکا کسی خوش ماہ نے | زخم کھایا اسکی جاہ آگاہ نے
عشق کا مارا کسی نے اس کو تیر | پار دل کے ہو گیا سینہ کو چیر
لیک کی ہر چند سب نے با ہنر | جستجو اسباب کی ادھر ادھر
پر ہوا روشن نہ وہ ہے کون ماہ | کونسے بت نے ہے مارا اس کو آہ
ماری تیغ عشق کس معشوق نے | زخم دل کھایا جو اس معشوق نے
گذرا اس حالت میں اسکو ایکسال | کھانا اور پینا تھا اس پر سب وبال
عیش دل کو تھا نہ سونا رات کو | لب یہ خنداں نے زباں سے گفتگو
انس رکھتی تھی غم بے ڈھب سے یہ | بھاگتی تھی مثل وحشی سب سے یہ
تھی گریباں سے عداوت ہاتھ کو | تار دامن میں نہ چھوڑے بات کو
آہ نالہ سے اسے الفت کمال | اپنے بیگانے سے تھی وحشت کمال
شور افغاں کی کبھی تھی دھوم دھام | گاہ خاموشی سے رکھتی تھی کلام
گاہ سر رہتی تھی دیواروں سے پھوڑ | گاہ جا جنگل میں دروازں کو توڑ
رات بھر ہنستی تھی یا روتی تھی یہ | مجکو سونے دے نہ خود سوتی تھی یہ
نوچتی تھی گاہ اپنے سر کے بال | گہ طمانچوں سے کرے تھی منہ کو لال
کام تھا گریہ ہے اسکو روز و شب | جان میری اس سے آئی ہے بلب ۲۳

مقید کردن تحفہ را در بیمارستان و بیان زور شور او در غلبہ عشق الٰہی نو

گرچہ تدبیریں کریں میں سو ہزار | ایک نے بھی پر کیا اس پر نہ کار
جبکہ بگڑا اور بھی اس کا مزاج | بند کرنا ٹھیرا آخر کو علاج
کر کے بس آہن دلی سب نے بذوق | کر دیا اس ماہ کو زنجیر طوق
چشم سے جاری تھا اسکے خون کا نال | پڑھ رہی تھی شعر اپنے حسب حال
اشک آنکھوں میں لبوں پر تھی فغاں | عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں
جس کا سب مضمون سوز و درد تھا | گریہ و افغان و آہ سرد تھا
جیسے اب تک وہ ہی دیوانی ہے یہ | عقل و حس اپنے سے بیگانی ہے یہ
دشمنی ہے خویش داری سے اسے | ہمدمی ہے آہ و زاری سے اسے
کھانا پینا ترک اس کا ہو گیا | خواب اور آرام اس کا سو گیا
کھا کباب دل لگی ہے بھوک اگر | جب پیاسی ہو پیئے خون جگر
نقل غم اس کا ہے رونا ہے شراب | لوٹنا جھکنا ہے بیہوشی ہے خواب
راحت اور آرام اس پر شاق ہے | اور تڑپنے لوٹنے میں طاق ہے
ہے جنوں پر اپنے دیوانی سدا | عقل سے رہتی ہے بیگانی سدا
گر ہنسے تھوڑا بہت روتی ہے یہ | رنج و غم پر اپنے خوش ہوتی ہے یہ
ہو ہے روشن جس جگہ شمع بلا | اپنے دے پروانہ جان کو جلا
غشی ہے اپنی بیخودی مستی ہے یہ | مرتی ہے نت نیستی ہستی پہ یہ
ہے محبت اس کو وحدت سے سدا | دشمنی رکھتی ہے کثرت سے سدا
اپنی حیرانی کی یہ مشتاق ہے | شور و غل میں شہرۂ آفاق ہے

اسکی آنکھونکو ہے نت رونے سے عشق
اشکسکو میل خودی دھونے سے عشق

اسکی اس حالت نے اے والاخطاب
کردیا ہے عیش میرا سب خراب

اور جو پوچھو سب مری پونجی ہے یہ
گنج دولت کی مرے کنجی ہے یہ

باہمہ حال اسکو میں سوز و نار
ہے خریدا دیکے درہم بیس ہزار

رکھتا تھا امید تالوں میں بفور
ہم مثل قیمت کے اس پر سود اور

کیونکہ رکھتی ہے یہ اک کامل ہنر
جس سے اسکو چاہتا ہے ہر بشر

رکھتی ہے ظاہر جو یہ حسن و جمال
اس سے زیادہ اور ہے اسمیں کمال

جس سے زیادہ خلق میں اسکی ہے دھوم
شوق کا خلقت کی ہے اس پر ہجوم

شیخ بولے اسمیں کیا ہے وہ ہنر
جس سے اسکی ہے یہ قیمت اور قدر

یوں کہا ہے مطربہ گاتی ہے یہ
دل کو اک نغمہ میں لیجاتی ہے یہ

فن موسیقی میں رکھتی ہے کمال
قال سے اسکی ہو عالم اہل حال

جو کوئی آواز کو اس کی سنے
ذوق سے دو دو پہر سر کو دھنے

ذوق میں آکر کے یہ گاتی ہے جب
مست ہوتے ہیں در و دیوار سب

لحن داودی اسے حق نے دیا
اور دم عیسیٰ اسے حق نے دیا

واسطے نغمہ کے جب کھولے زباں
جا کے آتی ہے تن مردہ میں جاں

بلبل روح اسکا سن آواز چنگ
جائے گلزار ارم کو بید رنگ

ہاتھ میں جب ساز کو لیتی ہے یہ
صوفی اک عالم کو کردیتی ہے یہ

مرغ دل پرآں ہو جب کھولے زباں
ہو صدا سے اسکی حیران کل جہاں

جب بلند کرتی ہے یہ آواز کو
ہوتی ہے برپا قیامت چارسو

اور سوا اسکے ہیں جو اس میں کمال
اس سے واقف ہے خدائے لایزال

سنکے سَرّی نے کہا تحفہ سے یوں
سچ ہے کیا تاجر بیاں کرتا ہے جوں

حال دل کچھ تو بھی کر اپنا بیاں
دست بردل دیدہ تر کھولی زباں

روئی اور ہنسکر کہا اے شیخ دیں
سچ کہا تاجر نے گرچہ سچ نہیں ۲۴

پرسیدن شیخ سری سقطی از تحفہ مطربہ حقیقت حال او

کہتا ہے اپنی سمجھ کی ہر کوئی
حال سے میرے نہ واقف ہر کوئی

پھر کئی اشعار عربی کے پڑھے
جنکے معنی میں نے ہندی میں لکھے

یعنی حق نے مرے دل سے کلام
تھی زباں محبوب اپنی اسمقام

بعد فرقت کے ہوئی قربت حصول
کرلیا حق نے مجھے پاک اور قبول

لے لیا بس کو حبِ الفت کو میں
پر نہ چھوڑا اس در دولت کو میں

جو کہا مانا میں رغبت سے اسے
ہوگئی حاضر پکارا جب مجھے

سب گناہوں کو مرے کرکے معاف
کی عطا جنت مجھے بے اختلاف

ایک جنت کیا جو اس کا ہو رہا
ہوگیا وہ وارث ہر دوسرا

فضل سے حق کے ہوئی مقبول میں
سیر باغ وصل میں مشغول میں

لطف حق نے کر لیا مجھ سے پسند
زہر ناقص تلخ و تیرہ مثل قند

زہد نامرغوب ناچیز و حقیر
فضل سے لکھی اسے نعمت کثیر

ذکر عطا بی انتہائے الٰہی در عبادت بندگان خود

ہے یہ فضل و لطف اسکی ذات میں
پوتھ لیکر دے ہے موتی ہاتھ میں

سنگریزہ لیکے دے لعل و گہر
لے ہے مشت خاک دے ہے سیم و زر

نے گل پژمردہ دے گلشن تجھے
بدلے اکدن کے دے خرمن تجھے

لیکے شاخ خشک دے بستان تر
بدلے اک دینار کے دے کان زر

لیکے تجھ سے کوزۂ آب خراب
جام کوثر دے ہے بامشک و گلاب

لے دو قطرہ اشک دے دریائے نور
لے ہے گندہ پیر دے حور و قصور

سجدۂ سر جو نہیں جز خاک و خوں
بدلے اسکے دے ہے قرب بیچگوں

ہیں جو اعمال جوارح خاک باد
لیکے دے نعمائے جنت نامراد

چشم نم لے دے یم رحمت تجھے
آہ دل لیدے دم وصلت مجھے

دست تا بال و پر دے اور زباں
دل کے بدلے جان جان کون جان

لطف احساں کا ہو اس کے کب بیاں
بخشدے ادنی کو اک ملک جہاں

پشہ کو شہباز کے دے بال و پر
روبہ مسکیں کو طاقت شیر نر

وہ ہوا اس کا جواب اسکا ہوا
وہ ہوا اسکا تو سب اُسکا ہوا

چند ایام اندر عمر مستعار
کر کے طاعت لے حیات پائدار

پیش عقبیٰ دنیا اک ساعت ہے بس
ایک ساعت وہ بھی بیراحت ہے بس

مت کراں انفاس خوش کو خوار و زار
غفلت و نسیاں سے بچ رہ ہوشیار

خوش تو سب چھوڑ کر مر جائے گا
جز ندامت کے نہ لیکر جائے گا

آفریں جاں کو جو اسکی رہ میں جا
مرحبا سر کو جو ہو اس پر فدا

عہد و پیمان ازل کو یاد کر
ذکر حق سے ملک دل آباد کر

پاسبان ذکر کا رکھ زور و شور
تا نہ آجائے کہیں غفلت کا چور

ایکدم غافل نہ رہ کر ذکر حق
تا نہ آئے غیر ذکر و فکر حق

ذکر کر مذکور تا ہووے عیاں
نی کہ ہو جس ذکر سے جاری زباں

۲۵ ہے مشاہدہ حق کا ذکر روح یہاں
رویت اور دیدار ہو اُس دن وہاں

جبکہ تجھ پر ہو عیاں سلطان ذکر
اس گھڑی ہو سر بسر تو کان ذکر

ہو ترے دلمیں جہاں جان عیاں
جسکے اک دریا کا قطرہ یہ جہاں

پیش خورشید کرم اے جان غم
ہیں یہ دونوں ماہ و خور ذرہ سے کم

بعد اس کے ہو نہیں سکتا عیاں
ہو ترے ہر جز دے جو کچھ عیاں

دل سے جب دم عشق کا شعلہ اٹھا
جز احد کے کون اے احمد رہا

تخت پر بخشش کے جو ہو جلوہ گر
بندۂ عاجز کو بخشے تاج سر

ذرہ کو خورشید کر دیتا ہے وہ
قطرہ میں دریا کو بھر دیتا ہے وہ

ہو غنی کر اسے یار ہر وصل جاں
مزرعہ دنیا ہے کچھ بولے یہاں

وہ حیات جاوداں بے انتہا
گرد جس کے نیستی ہرگز نہ جا

ہے کہاں افسوس تیری ہوش و عقل
سانس تیری رائیگاں کرتی ہے نقل

تین دن کے عیش پر مست ہو تو شاد
آخر ہو مثل عقیمہ نامراد

تو حیات جاوداں چاہے اگر
پہلے مرجیسے جاگا ورنہ مر

مرنا اس رہ میں ہے رشک زندگی
ہے یہ مرنا زندگی پائندگی

غفلت و نسیاں سے رہ تو دور تر
پاس کر انفاس کا اے بیخبر

ایک دم نسیاں اگر تجھ کو ہوا
عمر کی دولت سے لیجا گا چورا

غیر حق کو دل سے اپنے دور کر
نور کے جلوہ سے دل معمور کر

ذکر تن طاعت ہے ذکر دل حضور
ذکر سری نور ہستی سے نفور

ذکر لفظی عارضی ہے اے عزیز
ذکر روحی جوہری ہے اے عزیز

ذاکر اور مذکور ہو جا ایک بار
غیر حق کی کب رہی باقی شمار

یہ جہاں نم ہے وہ یم بے انتہا
نم کو ہے اس یم سے بس نشو و نما

الغرض برق تجلی نہاں
پھونک کر دے تجھے بس بے نشاں

جب کرے عشق احد دل سے ظہور
میم احمد درمیاں سے ہووے دور

بند کر امداد اب آگے زباں
قصہ تحفہ کو کر ہم سے بیاں

رجوع بقصہ و خریدن شیخ سری تحفہ را و منظور نہ کردن تاجر و آزاد کردن تحفہ را

شیخ نے سن دیکھ کر کے حال و قال
پائے جب تحفہ میں سب تحفہ کمال

اور کہا دلمیں کہ لڑکوں سے گہر
مول لینا ہے بہت آسان تر

تحفہ پر لعل سر بستہ ہے یہ
لے تو اسکو کھول دے زر کی گرہ

شیخ نے پھر اٹھ کے تاجر سے کہا
بیچ میں تحفہ کو دو اسکی بہا

خاطر ناز میں اپنے باکمال
بو یا ایک اسکی تمنا کا نہال

دونوں عالم سے ہے بہتر یہ گہر
اور ہے تاجر طفل ناداں بیخبر

گرچہ تیرے پاس اک درہم نہیں
لطف حق کا بھی مگر کچھ کم نہیں

بیچتا ہے تو اگر لے تا ہوں میں
جو طلب قیمت کرے دیتا ہوں میں

جسقدر زر چاہئے تجھکو سو لے
لیک تحفہ سیمبر کو مجھ کو دے

عرض کی سنکر کے تاجر نے کہ آہ
ہو گیا ہوں فقر سے میں تو تباہ

میں تو لشکر ہو گیا اس پر فقیر
کب ہے تم پاس اسقدر دولت کثیر

تم ہو خود مسکیں کہاں تم پاس زر
جو خریدو گے اسے اے بہرہ ور

جو کہ نقد و جنس میرے پاس تھا
سب کا سب میں اسکی قیمت میں دیا

ہو گیا محتاج سب کچھ صرف کر
نے کنیزک ہاتھ میں ہے اب نہ زر

بے رہا نہ وہ میں بیکس رہ گیا
مثل عاشق بیدل و بیدل رہا

آہ صد افسوس اب میں کیا کروں
کس سے جا اپنی مصیبت کو کہوں

شیخ نے اس سے کہا ٹک صبر کر
لاتا ہوں میں اسکی قیمت بےخطر

بعد ازاں اٹھکر کے با آہ و بکا
روتے روتے شیخ اپنے گھر گیا

گھر گئے شیخ اور نہ تھا پاس ایک دانگ
جز دعا و گریہ و افغان و بانگ

مناجات شیخ سری سقطی در طلب قیمت تحفہ رحمہا اللہ

جا کے بس حیران تنہا بیٹھ کر
رات بھر روئے بصد سوز جگر

عرض کرتے تھے کہ اے پروردگار
حال میرا تجھ پہ ہے سب آشکار

پاس میرے کچھ نہیں ہے اے جواد
ہے ترے فضل و کرم پر اعتماد

کر دے اسدم اپنی رحمت کی نظر
مجھ غریب و مفلس و نادار پر

کھول گنجینہ کرم کے اپنے در
اور عطا کر تحفہ کی قیمت مجھکو کر

سرخرو کر مجھکو تاجر کے حضور
وعدہ کر آیا ہوں میں اس پر ضرور

ہو مرا یا رب تو اب حاجت برار
کر نہ مجھکو سامنے تاجر کے خوار

کر مجھے رسوا نہ اندر مرد و زن
بہر حق ہو بحر رحمت موجزن

شیخ کی بس عجز و زاری دیکھ کر
آ گیا دریا کرم کا جوش پر

لوٹتے تھے شیخ خاک عجز پر
ناگہاں ٹھوکا کسی نے آ کے در

کھولا دروازہ تو دیکھا اک امیر
باللباس فاخرہ روئے منیر

ہے کھڑا در پہ با آداب تمام
اور شمع روشن لئے ہمرہ غلام ۲۶

اور کئی ہمراہ خادم با ادب
تھیلیئیں پر زر لئے ہاتھوں میں سب

کون ہے پوچھا دیا اسنے جواب
ہوں میں احمد بن مثنی اے جناب

شیخ نے اس سے کہا اسوقت تو
کس لئے آیا کہا اے نیک خو

مجکو اس رات اے ولی باخدا
خواب میں یوں پہنچی ہاتف کی ندا

یعنی لیکر چند زر کی تھیلیاں
جا کے سری کی نظر کر اس زماں

دیکھے سری کو کر اسکا جی خوشی
جان تو اس کی خوشی میری خوشی

آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں میں
ہو یہ مقبول اب جو کچھ لایا ہوں میں

شیخ نے سن مژدۂ راحت فزا
سجدۂ شکر حق کی نعمت کا کیا

صبح ہوتے ہی ادا کر کے نماز
باہر آئے شیخ باشوق دراز

امیر کو لے ساتھ اپنے باشرف
لیگئے تشریف تحفہ کی طرف

ہاتھ احمد کا پکڑ اک آن میں
لیگئے اسکو بیمارستان میں

دیکھا جو صاحب بیمارستان کو
بیٹھا ہے آنکھیں لگائے چارسو

شیخ کو دیکھا تو کہہ کر مرحبا
عرض کی آ دیکھ اب مجھ پر کھلا

یہ کہ درگاہ خدا میں بے گماں
قرب تحفہ رکھتی ہے یہ قدرداں

غیب سے کل آئی مجھ کو یوں ندا
بے شبہ تحفہ ہے مقبول خدا

چاہتی ہے رب کو وہ اور اسکو رب
فضل رب کا اسپہ ہے روز و شب

ہے خدا کا قرب اسکی جان میں
نور و عظمت اسکو ہے ہر آن میں

شیخ کو دیکھا تو تحفہ رو پڑی
اور یہ کی اس سے مناجات اسگھڑی

یعنی خوشی بیٹھی تھی میں اے کبریا
تو نے عالم میں مرا شہرہ کیا

حال سے میرے کوئی واقف نہ تھا
وصف کا میرے کوئی واصف نہ تھا

خلق میں مشہور کر کے اے خدا
کر دیا مجھ کو بلا میں مبتلا

بند محکم میں ہے جو ہے مشتہر
ہے یہ بند آہن سے بھی بس سخت تر

خلق میں جو ہو گیا مشہور زر
کھل گئے سو آفتوں کے اسپہ در

غیرت و رشک و حسد غصہ و خشم
بغض و حرص و دشمنی کینہ و خشم

ہر طرف سے اس کے اوپر کر ہجوم
آن کر برسے ہے جیسے ابر جھوم

گر تو ان آفات سے چاہے پناہ
دامن عزلت پکڑ اور امن چاہ

مرکز عزلت ہو گمنامی کی راہ
آفت شہرت سے جب پکڑے پناہ

جسنے دیکھی ہو نہ خلوت کی بہار
کیا قدر جانے وہ گمنامی کی یار

شب قدر سے قدر کم ہونیکی پوچھ
عظمت عزلت کو اسم اعظم سے پوچھ

قدر اور عظمت اگر چاہے ہے تو
بیٹھ کر خلوت میں گم کر آپ کو

آگیا تاجر بھی اتنے میں وہاں
آنسوؤں کی سیل چہرہ پر رواں

شیخ بولے غم نہ کر آیا ہوں میں
جس کا تو طالب ہے وہ لایا ہوں میں

شیخ نے پھر پیش کی ہمیان زر
عرض کی تاجر نے ان کو دیکھ کر

میں نہیں دیتا ہوں اس تحفہ کو اب
قیمت اسکی دے سکیگا کوئی کب

قیمت تحفہ ہے بس اس سے سوا
اس سے اسکو کب کروں دل سے جدا

پھر بڑھائے اور درہم چند بار
بڑھتے بڑھتے پہنچے تا چالیس ہزار

روکے تاجر نے کہی آخر یہ بات
خواب میں حق نے کہا مجکو یہ رات

یعنی ہے مقبول حق تحفہ ضرور
پاس میرے خویش بیگانہ سے دور

جانسے میری طرف مائل ہے یہ
ہے نہ دیوانی بہت عاقل ہے یہ

ہوگیا جب ظاہر اس کا مرتبہ
کر سکے کون اسکی اب بیع و شرا

اب اگر دنیا کی دولت دو تمام
کب قبولوں اسکو میں اے نیکنام

خالصاً للہ اب میں بالیقیں
کردیا آزاد تحفہ کے تئیں

اور جو کچھ ہے سیم و زر اسکے سوا
وہ بھی میں نے سب فقیروں کو دیا

کردیا سب کچھ رہ حق میں نثار
تا کروں حاصل رضائے کردگار

حق کی مرضی پر لٹا تاجر نے گھر
باندھ لی مولی کے رستہ پر کمر

میر نے جو حال تاجر کا سنا
ہاتھ سر پر مار کر رونے لگا

اور کہا گویا کہ رب العالمین
خوش مرے اعمال سے ہرگز نہیں

جو رہا محروم اس حرکت سے میں
جل گیا سر تا قدم حسرت سے میں

مجھ سے راضی ہو تا گر پروردگار
مال میرا ہو تا تحفہ پر نثار

شیخ سے پھر میر بولا بھر کے آہ
تم رہو اسباب کے میرے گواہ ۲۷

پاس میرے مال و زر جتنا ہے اب
خالصاً للہ دیا میں سب کا سب

چھوڑ کر کے حشمت و جاہ و سریر
راہ میں حق کی میں ہوتا ہوں فقیر

الغرض دولت لٹا کر میرے
رکھا بار فقر سر پر میر نے

دل سے اپنی سب مرادیں توڑ کر
باندھ لی مولی کی مرضی پر کمر

پڑ گیا تحفہ کی برکت کا اثر
کردیا یکلخت سب کو راہ پر

عشق کا تحفہ کے اک شعلہ اٹھا
گھر دئے ہمسایوں کے سب ہی جلا

عشق کے دریا میں خود تھی غوطہ زن
پاس والوں کو بھی لے ڈوبی وہ زن

بیان تاثیر صحبت کاملان و تحریص صحبت و خدمت ایشاں

کرلیا اپنا سا سبکو یک بیک
جو گرے کان نمک میں ہو نمک

خور کا ہو سنگ و شجر میں جب اثر
صحبت کامل نہ دے کیوں کر ثمر

پکڑے خربوزہ سے خربوزہ تو رنگ
رنگ عارف کیوں نہ دے پھر تجکو رنگ

ہوئی بس اکسیر کامل کی نظر
سنگ و آہن جس سے ہووے لعل و زر

تو بھی ہو کامل کا بھائی ہمنشیں
تا وصال حق ہے ہو تو ہم قریں

ہو تو ان شیروں کے قدموں پر نثار
پھر شکار معرفت کا کر شکار

ہووے اُن مرغابیوں کے ساتھ ساتھ
تا کہ ہو حاصل تجھے آب حیات

خاک سے کم ہے جو ہو خاکی کا یار
صحبت نوری سے دیکھے سو بہار

گرچہ ہو تو سنگ و آہن سے تبر
صحبت کامل سے ہو لعل و گہر

ڈھونڈ حق کے یار کو اے مردکار
تا خدا تیرا ہو یار اور غمگسار

رات اندھیری اور رہ میں گھاٹیاں
بے شمع جانا بلا کی ہے میاں

بحر مقصد بیکراں اور دور راہ
رکھ ستاروں پر نگاہ تا ہو پناہ

خدمت کامل کو کر تو اختیار
دین و دنیا کے ہوں تا سب راست کار

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
زخم خور چوں گوئی شو چوگاں مباش

خاک پائے کاملاں ہوا ہے پسر
بہتر اس سے ہے کہ ہو تو تاج سر

درد کی برکت نے تحفہ کی غرض
کھو دیا ان سبکا روحانی مرض

اسکی صحبت نے کیا ایسا اثر
ہوگئے اکسیر سے چوں مثل زر

آزاد شدن تحفہ رضی اللہ عنہا و گریختن او از خلق

تحفہ بند بندگی سے جب چھٹی
شیر غراں کی طرح وانسے اٹھی

جسم سے پوشاک پھر کر کے جدی
تن پہ اک کملی پرانی ڈال لی

سب لباس فاخرہ تن سے نکال
ٹاٹ کا ٹکڑا لیا اک سر پہ ڈال

جائے اطلس کر لیا تن پر پلاس
ترک دل سے کر دیا راحت کا پاس

عقل کی چادر کو کر کے چاک چاک
عشق کی لی ڈال اپنے سر پہ خاک

پہن عریانی کا اک کرتہ لیا
مفلسی و فقر کا توشہ لیا

اشک کے دانوں کی لی تسبیح بنا
اور عصائے آہ ہاتھوں میں لیا

باندھی بیتابی کے پٹکے سے کمر
اور مصلی عجز کا مونڈھے پہ دھر

درد و رنج و غم کو کر اپنا رفیق
پکڑا شہر نامرادی کا طریق

اور کیا آنکھوں سے جاری بحر خوں
شیخ سری نے کہا پھر اس سے یوں

وقت ہنسنے کا ہے نے رونے کا اب
کر دیا آزاد حق نے تجھ کو جب

آہ بھر کر عرض کی تحفہ نے یوں
واسطے اپنے نہ روؤں نے ہنسوں

اس سے اسپر روتی یا ہنستی ہوں نہیں
واسطے اسکے ہی جاں کھوتی ہوں میں

بھاگتی ہوں اس سے میں اسکیطرف
اور رونا اس سے ہے اس پر صرف

چاہتی ہوں اس سے اسکو خاص تر
دل سے مائل ہوں میں اسپر سر بسر

جبتک اس تک نہیں پہنچونگی میں
جان کو اپنی یونہی کھوؤنگی میں

جبتلک ہوگا نہ دلبر کا وصال
پائے فرقت میں رہونگی پائمال

ماہی بے آب کو کب ہو قرار
ہو نہ جبتک بحر تک اس کا گزار

ہو قرار و صبر کب بلبل کو آہ ۲۸
جبتلک دیکھے نہ روئے گل کو آہ

تا نہ دیکھونگی لب دندان یار
میں رہونگی خون دل سے اشکبار

تا نہ دیکھوں شعلہ رخسار ماہ
میں رہونگی غم سے جل جل کر تباہ

اسکے سودائی محبت میں تباہ
جان اور تن کو کروں گی میں فدا

تا نہ جاؤنگی میں اس گلگوں سے مل
غنچہ ساں پرخوں رہے گا میرا دل

گرچہ ہے دلبر مرا ہر لحظہ پاس
لیک مستسقی کی کب بجھتی ہے پیاس

گرچہ ہے ہر دم نیا جلوہ وصال
پر ترقی پر ہے عاشق کا خیال

اے برادر بینہایت درگہی است
ہرچہ بر وے میرسی بر وے مایست

کہہ کے یہ اور اٹھ کے بازاری و آہ
چھوڑ کر سبکو لیا جنگل کا راہ

وانسے دامن جھاڑ کر وہ چاک جیب
ہوگئی مثل پری اکدم میں غیب

شیخ اور تاجر وغیرہ بعد ازیں
باہر آئے دیکھا تحفہ کے تئیں

ڈھونڈا ہر چند سب نے اسکو جابجا
پر نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا

چھوٹے ہے جیسے قفس سے جانور
اڑ گئی جھٹ ہوتے ہی گھر سے بدر

ملگیا خشکی سے ناگہ حسب خواہ
ماہی بے آب کو دریا کا راہ

روح صالح تن سے جوں فرقت کرے
ٹھہرتی ہے کب وہ جنت سے ورے

بلبل بیکس جو تھی پنجرہ میں واہ
کھلتے ہی کھڑکی لیا گلشن کا راہ

رفتن شیخ و تاجر و امیر احمد بن مثنی بہ بیت اللہ و انتقال کردن امیر در راہ مکہ و ملاقات شدن شیخ از تحفہ و انتقال نمودن تحفہ و تاجر

دام میں قید آہوئے وحشی جو تھا
بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا

اب نشاں اسکا کہاں پاتے ہو تم
وہ ہوا صحرائے لق و دق میں گم

جب نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا
کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا

شیخ و تاجر میر تینوں ہو بہم — متفق ہو کر کیا قصد حرم
مرگیا ان میں سے رستہ میں امیر — حسرت و درد و الم کا کھاکے تیر
میر نوان سے گیا مر راہ میں — شیخ و تاجر پہنچے بیت اللہ میں
اک صدا پر درد آئی کان میں — جس سے جوش انکی پڑا آجانمیں
اے مرے معبود اے محبوب دل — اے مرے مقصود اے مطلوب دل
رہنمائی تجھ سے ہے گمراہ کو — دے ہے آگاہی تو جان آگاہ کو
پیاس تیرے شوق کی رکھتا ہے جو — تیرے آب وصل بن کب سیر ہو
جو کہ غم سے تیرے ہے پر اضطرار — بے ترے دیکھے اسے ہو کب قرار
جاکے دیکھا اکطرف اک خستہ تن — سر بسجدہ خاک میں ہے نعرہ زن
سر اٹھا کر اس نے دیکھا شیخ کو — اور کہا اے شیخ سری خوش تو ہو
سن کے بولی لا الٰہ الا ھو — جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے — میں ہوں تحفہ مول لینے تھے جسے
شیخ نے دیکھا جو اسکو غور کر — مثل تنکہ ہو گئی ہے سوکھ کر
ہو گئی ہے زہد سے جیسے خیال — ہے گل پژمردہ کانٹے کی مثال
ہو گیا قامت الف سے اسکا نوں — مار مردہ کی طرح کا کل نگوں
شیخ نے تحفہ سے پوچھا اے قمر — نخل تنہائی سے پائے کیا ثمر
تجھ کو تنہائی میں کیا حق نے دیا — کر بیاں کچھ لطف وصف کبریا
عرض کی تحفہ نے اے والا قدر — شب قدر نے چھپ کے پائی کیا قدر
میں وہ پایا خاک میں عزلت کی رل — خاک سے پاتا ہے جوں ہر تخم پھل
سیم و زر کے جوں مجھے لے نکتہ سنج — ملگیا کان نہاں سے ایک گنج
لاکھ میں سے اک کرم اسکا ہے یہ — دی ہے اپنے قرب میں مجھ کو جگہ
دفع درد و غم مرا سب کر دیا — عشق سے اپنے مرا دل بھر دیا
شیخ نے اس سے کہا یوں وہ امیر — دے تھا جو قیمت میں تیرے زر کثیر
یوں کہا تحفہ نے وہ نیکو سرشت — ہیگا ہمسایہ مرا اندر بہشت
حق نے بخشا ہے اسے وہ مرتبہ — آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا

جب نہ پایا تحفہ جاں کاہ کو — چلدئے پھر تینوں بیت اللہ کو
دولت دنیا بھی کرکے سبھی نثار — جاں بھی جانِ آفریں پر کی نثار
ایکدن باشوقِ دل در سینہ صاف — کر رہے تھے کعبہ کا طواف
تھا یہ اک مضمون اس نالہ کے ساتھ — یعنی کہتا ہے کوئی بیدل یہ بات
ہے چراغ شب سیہ روزوں کا تو — شادی دل ہے شب اندوزوں کا تو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی — زخم تیرا ہے دوا دل زار کی
عاشق حق تن ہے دنیا میں مریض — آہ و درد اسکی دوا ہے بے نقیض
سنکے اس سے شیخ مضمون دعا — مثل سیل اشک اس جانب چلا
سنکے اسدم شیخ کی آواز پا — چونک اٹھی یکبارگی وہ پارسا
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا — جسکے نالہ سے مرا دل خوں ہوا
رحم حق تجھ پر ہو ہے حیرت کی جا — آشنا کے بعد ہو نا آشنا
میں ہوں تحفہ جسکو کی تم نے رہا — پائی پردہ سے تیرے میں سو نوا
ہے پڑی اک غار میں وہ خاک تن — خاک میں غلطاں ہے اسکا تن بدن ۲۹
سرو میں قد ہوا اس کا خلال — بدر تن گھٹ کر ہوا مثل ہلال
قطرۂ خوں تھے ہزاروں چشم پر — ہو لبوں پر آہ و نالہ پر شرر
کیا ہوا حاصل تجھے کہہ بعد ازاں — خلق سے ہو کر کے خلوت میں نہاں
جب سے چھوڑا دوستوں اور شہر کو — تو نے کیا دیکھے کرم حق کے کہو
اسم اعظم سے تمہیں ہوگا عیاں — کیا ملی عظمت اسے ہو کر نہاں
قدر و قیمت پائی میں چھپنے میں یوں — لعل و گوہر کوہ کے کونے میں جوں
خلق سے جبدم ہوئی ہوں میں نہاں — جو نہاں تھا ہو گیا مجھ پر عیاں
تخت پر اپنی محبت کے بٹھا — تاج الفت کا مرے سر پر دھرا
قربت حق سے ملے انست مجھے — غیر اسکے سب ہے وحشت مجھے
تھا مرے ہمراہ عرب کی راہ میں — مرگیا غم سے وہ تیری چاہ میں
حق تعالیٰ کی مرا الفت میں وہ — ہمقریں ہیگا مرا جنت میں وہ
شیخ بولے وہ کریم بے ریا — خطِ آزادی تجھے جس نے دیا

تاجر دل خستہ الفت میں تری — چار چشم ہے شوق زیارت میں تری
ہے طواف اندر تری امید پر — لگ رہی ہے ہر طرف اس کی نظر
سنکے تحفہ نے دعا اک دل میں کر — مرگئی رکھ کر در کعبہ پہ سر
دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مرگئی — عشق کے سب کام پورے کرگئی
جان مت دی جان اسنے رائیگاں — جان جاناں پر فدا کی اسنے جاں
عمر طاعت میں گزاری یار کی — مرد وار آخر کو جاں بھی وار کی
چھوڑ کر اسے دل یہ رویہ شانگی — سیکھ لے اس زن سے تو مردانگی
غم تو اپنا کر نہیں گر تجھ کو غم — جائے ماتم ہے نہ جس جا میں ہو غم
آگیا تاجر بھی ناگہ اس گھڑی — دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
بیدلی سے وہ بھی گر کر خاک پر — مرگیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر
جان دی بیساختہ مثل پتنگ — ساتھ اس شمع کے جلکر بیدرنگ
دیکھ کر یہ حال بولے شیخ یوں — انا للہ الیہ راجعون
بعد ازاں تجہیز اور تکفین کر — خاک میں دونوں کو سونپا سر بسر
شیخ نے دونوں کا کر گور و کفن — بعد راہی ہوئے سوئے وطن
رحمت حق ہو جیو شام و سحر — ان شہیدوں کی روان پاک پر
رحمت حق ہو سدا ان پر نثار — دے جگہ ہم کو بھی رب انکے جوار
بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر — ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر
ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام — تحفۃ العشاق رکھا اسکا نام

تمت بالخیر

از جناب عالم لوذعی و فاضل یلمعی جناب مولانا مولوی اشرفعلی صاحب مدرس اول بدست آمد

آہ کہ وہ یار مرا یار نہیں
آہ جو لے ہے مجھے پھینکے ہے وہیں
آہ سنے کون مرا درد و غم
آہ مصیبت مری پھر کون سنے

آہ وہ دلبر مرا دلدار نہیں
آہ کوئی مجھ سا بھی بس خوار نہیں
آہ بجز غم کوئی غمخوار نہیں
آہ مرا یار ہی جب یار نہیں

آہ مجھے جس نے لیا پھیر دیا
آہ جسے دل دیا بس رنج لیا
آہ کہوں کس سے میں احوال دل
آہ اے امداد نہ کر آہ آہ

آہ مرا کوئی خبردار نہیں
آہ کوئی یار وفادار نہیں
آہ کوئی محرم اسرار نہیں
آہ ہی سر قابل اظہار نہیں